نازیہ رزاق

دل کی یہ دُعا

پنجاب کی سردیاں بلاشبہ اپنا سحر قائم کر سکتی ہیں مگر کچھ لوگوں کا حصار بڑا ڈھیٹ ہوتا ہے۔ جاتے دسمبر کے دنوں کی کڑاکے والی سردی تھی۔ منہ سے نکلی بھاپ اور جلد کا رواں تک جم چکا تھا۔ رات اتنی سیاہ تھی کہ دھند تک کوئلہ رنگ دکھتی۔

گیارہ بجتے ہی حاجی صاحب نے سکون کی کروٹ لی اور اگلی تیسری سانس لیتے ہی خراٹوں کا اسٹریو چل پڑا۔ یہ سکون انہیں مخصوص آواز سے ہی ملتا تھا۔ دروازے کا کھلنا...... موٹر سائیکل کا اندر آنا اور بھرپور مردانہ قدموں کی آہٹیں۔ کچھ دیر کو توتوں کے پنجرے میں جوش سا لہراتا۔

"بھایا آیا...... بھایا آیا!" توتے بولتے اور حاجی صاحب کی بتی گل۔

ہاں...... مگر وہ جو گیٹ کھولتا...... آہٹیں پیدا کرتا وہ ہیلمٹ اتارتا، جیکٹ دستانے لاؤنج میں مخصوص جگہ رکھتا اور خراٹوں کی دھنیں بناتے حاجی صاحب کے کمرے میں جاتا۔ روشنی بجھاتا اور کچن میں چلا آتا۔ کھانا گرم کیا۔ کھایا اور اپنے کمرے کی راہ لی۔ فون کھولا، کوئی پیغام دیکھا، دل کیا تو جواب لکھا ورنہ الارم لگا کے رضائی کھینچی اور بس...... دن ختم، یہ

ناولٹ

روزانہ کا کام تھا۔ جانے کتنے سالوں سے۔ دسمبر اسے یونہی "اپنے جیسا" پاتا...... سرد...... مصروف...... لگاتار سا۔

☆☆☆

صبح وہ مخصوص وقت پہ اٹھا تھا۔ پچھتر فیصد آبادی کی طرح وہ فجر ضرور پڑھتا، صرف فجر۔ دودھ لے کر آیا تو حاجی صاحب چائے کی پیالی سامنے رکھے متفکر سے بیٹھے تھے۔ وہ سامنے بیٹھتے، اخبار دیکھتا بولا۔

"اتنے رنجیدہ کیوں ہیں والد صاحب؟" وہ اس کے لیے بھی باقی سب کی طرح حاجی صاحب، ہی تھے مگر طنزاً وہ انہیں والد ہی بولتا۔

"او یار...... تجھے پتا تو ہے ہی فضا کی طبیعت کا بس اسپتال لے جانے کا وقت آیا ہی چاہتا ہے۔

pklibrary.com

Scanned with CamScanner

pklibrary.com
Scanned with CamScanner

تو سوچتا ہوں، گھر کیسے چلے گا؟ آدم اور اذہان کی دفعہ تو بھو کی ماں حیات تھیں اور اب کے تو ڈاکٹر نے بھی سیزیرین بتایا ہے۔ ہم پورا ٹبر (خاندان) اور وہ بے چاری بیار بچی....... گھر کیسے چلے گا؟''

''ہاں تو آپ شیراز سے بات کریں، کیا کہتا ہے وہ؟'' اخبار لپیٹتا وہ گفتگو کو تیار ہوا۔ کچن کے دروازے پہ کھڑی فضا نے ابھی سے گھبرانا شروع کر دیا کہ دیور کی زبان اب گولے داغنے کو تیار ہو گئی تھی۔

''بات کی تھی میں نے اس سے، کہہ رہا تھا کہ فضا کو اس کے میکے چھوڑ دیں گے، اس کی بھابھی دیکھ لیں گی اور.......''

''یہ تو کمال ہی کہہ دیا اس نے۔ حیرت ہے یہ بات ہم کم عقلوں نے کیوں نہ سوچی؟''

حاجی صاحب بڑبڑائے۔

''اس عقل کل بیٹے سے ذرا یہ بھی پوچھنا تھا کہ بیوی کا سوچ لیا، بوڑھے باپ اور جوان بھائی کا کیا ہو گا۔ وہ دو ماہ کیسے رہیں گے یہ بھی بتا دے اور ذرا دیکھ لیں، آپ اپنی اکلوتی دختر کی احسان فراموشیاں۔ تین ماہ پہلے عفیفہ کی پیدائش پہ بھابھی ڈیڑھ ماہ اس کی سیوا کر کے لوٹی تھیں اور میں ایف بلاک سے کھانے لا لا کے ہلکان ہو گیا تھا۔ اب محترمہ کہہ رہی ہیں کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ کیسے سنبھالوں گی تم لوگوں کو۔ ابھی بھی تو ایف بلاک سے کھانے پک کے آسکتے ہیں ناں؟ مگر نہیں عائشہ ادریس کسی کی چاکری کے لیے پیدا ہی نہیں ہوئی۔''

اور یہ بھابھی کو بھی بڑا جنون ہے سپر لیڈی بننے کا۔ کل سارا گھر تلپٹ کر کے رکھ دیا۔ کہا جی کہ میں ہاسپٹل جانے سے پہلے سارے گھر کی تفصیلی صفائی کروالوں صفیہ سے۔ صفیہ تو چلی گئی گھر مگر یہ لگی رہیں پردے، لحاف دھونے میں۔ حد ہے یعنی کہ....... عقل نام کی بھی کوئی شے اس دنیا میں میسر ہے بھئی اور یہ گھر والے۔''

وہ شروع ہو چکا تھا۔ شروع سے ہی منہ پھٹ تھا۔ وقت نے اس شیرے میں ضد اور اصول پرستی کا مغز ڈال کے وہ لڈو بنا دیا تھا کہ اب وہ یہ لڈو ہر ایک کے حلق میں ٹھونس دیتا یوں کہ سانسیں ہی بند ہو جائیں اگلے کی۔ یہ اثر انداز ہو جانے والی خصلتیں بھی ناں.......

''شیراز کہہ تو رہا تھا کہ گاؤں سے کسی عورت کو بلوائے گا۔ اب دیکھو۔ عاشی بھی شام تک آنے کا کہہ رہی تھی۔ ہسپتال میں تو وہی رہے گی۔'' حاجی صاحب اس کی للکاروں سے اکتائے بولے۔

''اور یہی بات فقط سات منٹ پہلے کہہ دیتے آپ تو میں یوں جلسہ نہ لگا کے بیٹھا ہوتا۔''

''یعنی الٹا چور....... کوتا۔'' حاجی صاحب نے زیر لب ہی کہا جبکہ گوہر ادریس....... اسکول جاتے آدم کی ٹائی باندھ رہا تھا۔

☆☆☆

گورنمنٹ کالج برائے بوائز کے اسٹاف روم میں وہ اپنے گروپ کے ساتھ بیٹھا کسی اسائنمنٹ پہ کام کر رہا تھا جب نوید تارڑ صاحب ہنستے ہوئے آن بیٹھے۔ اس کی دوستی سب ادھیڑ عمر پروفیسرز کے ساتھ ہی تھی کہ جوان استاد اس کے سامنے دبتے تھے اور دوستی میں صرف برابری ہی تو شرط ہے۔

''یار گوہر! تم بھی ناں۔'' نوید صاحب بولے۔

''کینٹین والا رونے والا ہو رہا تھا۔ سر جی یہ میس کا چارج گوہر سر سے لے لیں جی۔ یہ تو پتی کے دانے تک گن کے رکھتے ہیں اور چینی تو جب دل چاہے نکلوا کے دیکھتے ہیں کہ پرسوں تو اتنی تھی، اب اتنی کیسے ہو گئی۔ بیس والا لیز کا پیکٹ تم لوگوں کو سات روپے کا پڑتا ہے اور بچوں سے سیدھا تیس روپے کیوں؟ اتنی سختی نہ کیا کرو بھئی، انہوں نے بھی تو رزق کمانا ہوتا ہے آخر۔''

''نوید صاحب! میں پیسے کی طاقت پہ بڑا ایمان رکھتا ہوں۔ پیسہ ایک ایسی لاٹھی ہے کہ جس

www.pklibrary.com
Scanned with CamScanner

سے آپ گردنوں کو ہانک سکتے ہیں۔ گردن جانتے ہیں؟ غرور، فخر، پیسہ سب کر سکتا ہے۔ اور میں تو اپنی زندگی میں ہر شے کا ہی اتنا حساب رکھتا ہوں۔"

"نوید صاحب! آپ تو اسے یوں کہنے بیٹھے تھے جیسے آج آپ کے ستارے عروج پر ہیں اور گوہر ادریس کو قائل کرنے کا سہرا جیسے آج آپ پہن ہی لیں گے۔" راجا کاظم اردو والے ٹھٹھا لگا کے بولے تو گوہر مسکرایا۔

"مجھے تو لڑکے کی شادی کی فکر ہے۔ عمر نکلی جا رہی ہے اور پھر ہم ہی کیوں اس ٹارچر سیل کو سہیں، اس اونٹ کے لیے بھی تو پہاڑ بنا ہی ہوگا۔" راجا صاحب نے ہاتھ سے سب کو متوجہ بھی کیا کہ اب دیکھنا گوہر کی گوہر افشانیاں۔

"راجا صاحب! میں حلفاً یہ کہنے کو تیار ہوں کہ آپ اگر خاتون ہوتے تو ٹیچی ہوتے۔" قہقہہ بڑا گونج دار پڑا تھا۔

"وہ تمہارے والد صاحب کسی کوشش میں لگے تو ہوئے تھے؟" فصیح تغلق صاحب اسلامیات کے پروفیسر تھے...... مدبر باوقار سے۔

"کوشش کا کیا ہے۔ پہلے میرا بھائی اور بہنوئی اپنا خاندان مکمل کریں گے پھر ان کی بیویاں میرا کچھ سوچیں گی اور یہ خود میرا ہی فیصلہ تھا۔ عجلت میں ڈھونڈی گئی لڑکی گھر میں لوڈشیڈنگ جیسی ہی ہوتی ہے۔ برداشت نہیں ہوتی اور کرنی بھی پڑتی ہے۔"

سب پھر سے ہنسے تو اسٹاف روم میں کئی دوسرے گروپس نے مڑ کے دیکھا۔ ایک انتیس سالہ کنوارہ کیمیا دان بھلا کون سے لطیفے سناتا ہوگا ان خود پرست بوڑھے عالم فاضلوں کو؟

☆☆☆

عاشی اپنے تینوں بچوں کے ساتھ موجود تھی۔

"ہائے گوہر...... "برف والی آئس بار ہو رہی ہو قسم سے۔ گاڑی بس جگہ گھیرنے کو خریدی تھی کیا؟"

"برف والی اور آئس بار دونوں ایک ہی قلفی کو کہتے ہیں۔ کچھ سیکھ لو تم بھی۔ نرے ڈیڑھ کروڑ کے گھر میں رہنے سے بندہ شہری نہیں بن جاتا۔ اور یہ ابراہیم کو کچھ عقل بھی سکھا دو۔ یہ ابھی تک چک 232 کا ہی لگتا ہے۔ کیسے توتے کے پنجرے میں تنکا گھسا کے انہیں چھبو رہا ہے۔" جوتے اتارتا وہ بولے گیا۔

"لو جی ہو گیا یہ شروع۔" سب اس فری لانس اخلاقیات کی کلاس کے عادی تھے۔ مریم کھانا میز پہ رکھنے لگی۔ عاشی بولی۔

"اچھا اب سو مت جانا۔ شیراز کو چھٹی نہیں ملی۔ ٹیوشن پہ جاتے ہوئے ہمیں ہاسپٹل چھوڑ دینا۔" وہ سر ہلانے لگا۔

"گاڑی لے جاؤں گا آج گروسری بھی کرنی ہے۔"

"اس ماہ میری باری ہے گروسری کرنے کی دیکھ لینا بھابھی نے ہر شے دگنی لکھ دی ہوگی لسٹ میں۔" وہ جلا ہوا بولا۔

"اور تم تو جیسے سب فرماں برداری سے لا دو گے اسے اڑانے کو۔ گوہر! کسی دن میرا منہ کھل گیا ناں پتر تو ایسی پڑنی ہے ناں کہ غیرت مند کو زندگی میں ایک ہی بار پڑنی ہے وسکی۔" حاجی صاحب بچپن سے یہی دھمکی دے رہے تھے۔ اس لیے وہ مگن سا آلو گوشت نبٹاتا رہا۔

"جانے اتنی کنجوسی تو کس کے لیے کرتا ہے؟ شادی تو نے نہیں کرانی، خرچے تیرے کوئی سَیں دیا لو اور بچی بالکل بھی نہیں تو پیسے بچا کے میرے نام کی مسجد بے شک نہ بنوانا۔" حاجی صاحب مخول کرنے لگے۔

"ہاں تو والدہ کے نام کی تو بنوائی ہے ناں۔ آپ نے تو صاف انکار کر دیا ہے۔" وہ بھی انہیں گھیرنے لگا۔

"اچھا حاجی صاحب! پھر کیا پوچھ رہا تھا وہ آدمی؟" عاشی موجود ہوتی تو باتوں کو پنکھ لگا دیتی۔ کوئی ادھر کو اڑا دی۔ کوئی ادھر کو۔

"بس بیٹا جی! ایسے ہی پوچھ گچھ کر رہا تھا یہ سعید

www.pklibrary.com

Scanned with CamScanner

صاحب کی ربیعہ کا رشتہ ڈالا ہے شاید۔" چائے کی طرف ہاتھ بڑھاتا گوہر فوراً رکا۔

"اللہ کرے، اس بار خیر ہی رہے۔ اتنی اچھی لڑکی کو جانے کس کی نظر لگی ہے۔ جب بھی رشتہ آئے بیماری ساتھ ہی آجاتی ہے۔" فضا بھابھی چادر لپیٹتے آ بیٹھیں۔

"میں نے خوب تسلی کروائی ہے ان کی۔ پورے بی بلاک میں اس کی ہم پلہ کوئی لڑکی نہیں ہے بھئی۔" حاجی صاحب کھڑے ہوتے بولے۔

"ہونہہ! ہم پلہ، آپ بھی خدائی ضامن بنے پھرتے ہیں حاجی صاحب۔ وہ ازلی بیمار لڑکی کہ جس کے لیے تسلیاں کرواتے پھرتے ہیں۔ مایوں کے لہنگے میں ہی لمبی ہوجائے گی پھر آپ جیسے خیر خواہ ہی کہتے پھریں گے۔ جتا بھی تھا ماں باپ کو اپنی لڑکی کا پھر بھی اگلوں کا خرچا کروا دیا بس۔ ایویں۔" وہ اتنا کڑوا تھا کہ حاجی صاحب کو رک جانا پڑا۔

"لو پھر سنو۔ بی بلاک میں جس سے بھی تمہاری پوچھ گچھ کی گئی، لوگ دندان شکن مقالہ لکھیں گے۔ جی حاجی صاحب سیدھے بندے ہیں۔ بڑا بیٹا اسلام آباد پولیس میں ہے اور پورا پولسیا (پولیس والا) ہے۔ "مطلوب" کہنے کو تو اٹھارہ جماعتیں پڑھا ہے پر جی سچ پوچھو تو سمجھو، گدھا کتابیں اٹھائے پھرتا پھرتا ہے۔ منہ پھٹ ایسا کہ کونے والے ایک سو دو سالہ مخدوم بٹ صاحب بھی اسے دیکھتے ہی چارپائی کے بان میں سر گھسا کے پڑ جاتے ہیں۔ شوم (کنجوس) ایسا کہ کرکٹ کھیلتے بچوں کی چھت پہ آئی گیندیں انہیں ہی بیچتا ہے۔ شدید برف باری بھی ہوئی تو گاڑی نہ نکالے گا اور بہروں کو ہمیشہ زحمت میں مبتلا رکھے گا۔ پلانٹ سے کوئی پھول توڑے گا تو یہ عدالت عظمیٰ کا دروازہ کھٹکھٹانے سے بھی نہ چوکے گا۔ انتیس کا "مجھے نہیں کھیلنا تم لوگوں کے ساتھ" والا بچہ ہے۔ معمولی شکل غیر معمولی قد کاٹھ اور غیر معمولی ہی بد اخلاق یہاں تنخواہ ساٹھ ہزار لیتا ہے۔ دو ہوم ٹیوشنز کے تیس ہزار الگ کے ہو گئے نوے ہزار۔ لو جی نوے ہزار کو بیٹی دینی ہے تو بخوشی دیں۔ لڑکے کو دینی ہے تو نہ ہی دیں۔"

وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے اپنے سگے باپ کو دیکھتا رہا۔ پھر سرد لہجے میں بولا۔

"وہ لڑکی...... مرنے والی ہے اور یہ حقیقت ہے۔ بھابھی چلیں سب تیار ہیں؟ بچے کدھر چھوڑنے ہیں؟ اور عاشی! تم تو اپنے بچے زبیر بھائی کے پاس چھوڑ آتیں۔ اب انہیں لیے گھومتے رہیں کیا؟ کبھی خود بھی عقل سے کام لے لیا کرو۔"

وہ اتنی بڑی بات کہتا اور پرسکون رہتا۔ حاجی صاحب نے تھک کے سامان اٹھا لیا تھا۔ جانے کہاں غلطی ہوگئی تھی ان سے۔

☆☆☆

شیراز چھٹی پہ آگیا اور گاؤں سے کام والی بھی۔ اگلے دن جب ٹھنڈی ہوا چلتی تھی تب فضا بھابھی کی بیٹی بھی دنیا میں آگئی۔ وہ خوش ہوا۔ شیراز بولا۔

"یار خرچا کافی ہوگیا ہے۔ بچے ننھیال جاکے رہیں گے تو سوچ رہا تھا، کچھ خریداری کرادوں ان کو۔"

وہ بازار کو نکل گئے۔ شیراز کچھ کہنا چاہتا۔ پھر گھبراتا۔

"شرماتے کیوں ہو...... بول دو کہ گوہر شاپنگ تم نے ہی کروانی ہے۔ خرچا جو اتنا ہو گیا ہے۔" شیراز اس کے کہنے پہ ہنس دیا۔

"بس تمہاری ایک ٹیوشن فیس جتنی خریداری بس۔"

بہترین برانڈ کے جوتے، کپڑے، لوازمات۔ شیراز نے آنکھیں ماتھے پہ ہی رکھ لیں۔ بیس ہزار کی حد پار کرتے ہی گوہر نے ہاتھ اٹھا دیے۔

"میرے بجٹ سے آؤٹ ہوئے کتنے ہی ہزار ہوگئے ہیں۔ اب بس اور نہیں۔"

شیراز بدمزہ ہوا۔

"پوری کالونی میں لوگ مجھے کہتے ہیں کہ

www.pklibrary.com
Scanned with CamScanner

تمہارے بھائی کی ٹیوشن کا ریٹ ہاتا والا ہے۔ اور تم تو اتنی جلدی واپس لے آئے۔"

"میں پندرہ ہزار لیتا ہوں میرے بھائی پندرہ لاکھ نہیں۔ اوپر سے عاشی کو بھی لحافوں کے لیے نیا کپڑا چاہیے۔ بندہ پوچھے زبیر بھائی پچاس لاکھ کا نیا پلاٹ خرید سکتے ہیں تو دس ہزار کا کپڑا نہیں خرید سکتے؟ یہ شادی شدہ بہنیں بھی ناں۔ اس کو کہا بھی تھا، ادھر گاؤں میں ہی رہے۔ اس دن روٹھی ہوئی بیٹھی تھی گوہر یہاں گاجریں اسی روپے کلو ہیں۔ ارے بھئی اب گاؤں میں تو بیس روپے کلو ہو سکتی ہیں۔ شہر کے مالز میں نہیں۔ ابراہیم دس روپے لے جاتا تھا اور بھٹہ لے آتا تھا۔ اب تین سو روپے کا کیریمل پاپ کارن کا پیکٹ منگواتی ہے اور دوائیاں الگ۔ کیسا قلعہ نما گھر، کھلی آزاد فضا میں اور نرم گرم رشتے چھڑا کے لے آئی زبیر بھائی کو شہری بنانے کے لیے۔ حد ہے یار ان لڑکیوں کے دماغوں کی بھی۔"

شیراز دو بکا بیٹھا رہا۔ تقریر بکر رہوتی رہی۔

☆☆☆

سردیوں کی اتواریں خاصی خوشگوار ہوتی ہیں۔ مگر ہر کسی کی روح ٹھکانا پسند نہیں ہوتی۔ گوہر ادریس فطرتاً جانے کیسا تھا مگر پیدائشی خانہ بدوش طبیعت کا تھا۔ مستزاد یہ کہ سکون کو رخصت ہوئے بھی زمانہ بیت گیا۔ وہ کسی کا دوست نہ بنتا بس لوگ اس کے گرد رہنا پسند کرتے۔ جو چند دوست تھے وہ شہر کے امراء اور قابل ترین افراد میں سے تھے۔ خانہ بدوشی کے لیے ٹھکانا بننے کو تیار۔ سو اتوار کسی نہ کسی سفر کی نذر ہو جاتیں۔

حاجی صاحب فضا بھابی کے میکے بچوں سے ملنے گئے تھے۔ وہ گیٹ پہ کھڑا دھوپ کی سمت دیکھنے لگا۔ مدت ہوئی کالونی میں فرصت کی نظر کیے۔ بھلے زمانوں میں ابا نے آبائی زمین بیچ کر کالونی میں تین پلاٹ خریدے تھے۔ لاکھوں میں خریدے پلاٹس اب کروڑوں کی مالیت میں تھے۔ خوب صورت کوٹھی، گیراج میں کھڑی دو گاڑیاں ...... دونوں بھائیوں کی اچھی نوکریاں، ابا کی پنشن، کوٹھیوں کا کرایہ...... متمول ہوئے بھی ایک دہائی ہونے کو آئی تھی۔ ٹراؤزر میں ہاتھ گھسیڑے آنکھیں سکوڑے اس نے کونے والی کوٹھی کے مخدوم بٹ صاحب کو خود پہ کمبل لپیٹے دیکھا اور مسکرایا۔ حاجی صاحب بھی ناں بڑے دھیان باز ہیں۔

کومل پونی کستی گیراج سے اپنی اسکوٹی نکال رہی تھی۔ اسے دیکھ کے اسکارف درست کیا، مودب سا سلام جھاڑا اور گنگ لگاتی اڑ گئی۔ دو سال پہلے یہ ہونق سی کومل گوہر سے کیمسٹری فزکس کے نمیریکل پوچھتی اور جھاڑیں کھاتی تھی۔ اب پنجاب کالج کی تاپر تھی۔

فہد جلدی جلدی دہی کی تھیلی سنبھالتا گھر کو بھاگا جاتا۔ سہیل چیمہ بیگم بچوں کو ہونڈا موٹر سائیکل پہ لاد کے لے جاتا، مال بردار ڈرائیور سا خنگ دکھتا۔ اب اس نے فرصت سے سامنے والے گھر کو دیکھا۔ یوں جیسے کوئی بے روزگار نوکری لگنے والوں کی فہرست میں اپنا نام کھنگالتا ہو۔ اسی لمحے انگڑائی لیتے سعید انکل نے بھی اسے دیکھا اور پرجوش سے آگے بڑھ آئے۔

"اللہ مجھے ڈر نہیں لگتا بس اس لمحے سے موت جھانکتی دکھتی ہے۔" وہ مسکرا نہ سکا۔ سعید انکل حال احوال پوچھنے لگے وہ ان کے گیٹ کی ماربل لگی ڈھلوانی سلیب کو دیکھتا فرہاد کی موٹر سائیکل کو دیکھتا۔ آگے بس اندھیرا سا نظر آتا۔

"اس دفعہ تو کلثوم نے اخیر ہی کر دی۔ لڑکے کی تعریفیں، لڑکی کی نکلتی عمر، بیماری، میں نے کہا مسقط تو نہیں پڑا ہے پھر واپس آ جاؤں ذرا لڑکیوں کا کچھ کر آؤں اس بار تم بھی پتا کرنا کسی سے۔ لڑکا کیپٹن ہے۔ ادھر بحریہ میں نیا گھر بنوایا ہے۔ پہلے ادھر ایف بلاک میں ہی ہوتے تھے اپنے۔"

گوہر ادریس کو غصہ آیا۔ میرے پھپھا جی لگتے ہیں آپ؟ کیسے ذمے داری بانٹتے پھرتے ہیں۔ پھر بے بس...... خدارا مجھ سے کوئی کچھ نہ کہے۔ دماغ بکتا جھکتا رہا۔ وہ سن رہا۔

www.pklibrary.com

"اچھا انکل! مجھے کہیں جانا ہے تو......" ماتھا سہلاتا بولا۔

"او اچھا اچھا چلتا ہوں۔ ربیعہ رات سے کھانس رہی ہے کسی نے ڈاکٹر کا بتایا ہے تو وہاں......" وہ جھٹکے سے گیٹ بند کرتا مڑ گیا۔

سعید انکل بجل سے ہو گئے۔

"وقت بدل گیا ہے۔ بچے بڑے ہو گئے۔ اب کہاں اتنا وقت ہے کسی کے پاس۔" بڑبڑاتے مڑ گئے۔

"اس بار کچھ ہونے والا ہے گوہر ادریس!" سگریٹ کے دھوئیں میں سے کوئی ہنسا۔

"ہونہہ...... وہ دمہ زدہ لڑکی۔" نفرت دل پہ بوجھ بن کے بیٹھ گئی۔ فون چنگھاڑنے لگا۔ حاجی صاحب چیختے ہوئے۔

"وہ عورت جو تمہاری بھابھی کی محلے دار ہے آج شام آئے گی۔ ربیعہ سے اچھی طرح گھر صاف کروا لینا اور اسے ریڈی میڈ لا دینا کٹلس اور کباب خود تل لے گی۔ میں دوپہر میں عاشی کو لیتا آؤں گا۔"

"نہیں نہیں آخر وہ کیوں کریں اتنا تردد میرے لیے۔ پہلے اپنے خاندان تو مکمل کر لیں۔ بھی بھابھی مصروف ہیں تو بھی بہن۔ میرے دوست کب کے ابا بن گئے اور یہاں سب لگے ہوئے ہیں بہبود آبادی والوں کو شرمندہ کرنے۔" وہ دھاڑنے لگا۔

حاجی صاحب نے فون کاٹ دیا۔

شام کو سب آ گئے۔ وہ ٹیوشن کے لیے تیار ہوتا رہا۔

"نہ تو اب بہبود آبادی والوں کا احساس جاگ گیا دل میں جو شادی کا خواب پس پشت ڈال کر چل دیے۔"

حاجی صاحب اس کی ہجو گوئی کو ہمیشہ ہراول دستے میں رکھتے۔ وہ خاموش رہا۔ مصروف بھی۔ عاشی اسے مہمانوں کے سامنے جس منت سماجت کے بدلے لے کر گئی، یہ حاجی صاحب نہ جانتے تھے۔

"گھر میں کوئی عورت تو ہے نہیں۔" پہلا اعتراض۔

"دلہن کا شوہر خود اسلام آباد...... بیوی باپ بھائی ساتھ۔"

تیسری دفعہ بولا تو وہ تیز لہجے میں کہنے لگا۔

"اگلی تنخواہ میں کوئی معقول سی عورت خرید لاتا ہوں۔ رونق بھی ہو جائے گی، ہماری رکھوالی بھی اور دنگل بھی مفت میں لگ جایا کرے گا۔" لڑکی کی ماں گھبرا گئی۔

"آنٹی! چھ بار تو بتایا ہے، آپ کو کہ والدہ کا انتقال ہو گیا اور میری شادی...... اللہ کی مرضی ہے ہم کیا کر سکتے ہیں۔" عاشی متوازن لہجے میں بولی۔

خاتون کو اکھڑ سا لڑکا پسند آ گیا۔ گھر آنے کی دعوت دیتی چل دیں۔ عاشی جانتی تھی، گوہر اب بھی نہیں مانے گا۔

☆☆☆

پانچ سال پہلے جب گوہر ادریس کی روح کا ٹھکانا ایک پرائیوٹ ہسپتال میں زندگی سے مایوس ہو گیا تو شیراز سے کہا۔

"بیٹا! حرام مسلمانوں کے لیے حرام ہی رہتا ہے، چاہے وقت اسے فرض ہی کر دے۔"

"امی! اور جو جی چاہے مانگ لیں، یہ نہ کہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ سسٹم کس قدر دلال بن چکا ہے۔" وہ روتے ہوئے بے بسی سے بولا تھا۔

"خود سے جھوٹ نہ بولنا بھی۔ یہ زندگی کا سکون کہا جاتا ہے۔ عاشی سے پیٹھ نہ پھیرنا بھی، وہ تنہا ہے۔"

"امی...... میں؟" سب سے چھوٹا کتنا پیارا ہوتا ہے ناں ماں کو۔ بڑا بے بس آنسو نکلا تھا امی کی آنکھ سے۔

"اللہ تیرا دل ٹھنڈا کرے گوہر!" گوہر کو بس اتنا ہی کہا۔ ماؤں کو سب پتا ہوتا ہے کہ کیسا مایا جل سا بے سکون بچہ ہے ان کا۔

گوہر بجھو گونڈ ہو گیا۔ ہر مہینے بریانی کی دیگ تقسیم کرتا۔ عاشی کے لحاف نئے بنتے ہیں، صوفوں کی

www.pklibrary.com
Scanned with CamScanner

پالش کروانی ہے۔ آئی پیڈ کا نیا ورژن...... عیدیں، شب برأت، میلادالنبی ﷺ، چودہ اگست پر کیک، نقد، کپڑے، بچوں کے کھلونے...... وہ بددماغ...... بداخلاق، بدزبان مان بن گیا عاشی کی۔

شیراز دن بہ دن پھلتا پھولتا۔ لٹھے کے شلوار سوٹ، ہوا جیسی ہلکی پشاوری چپل نئی نوک، آگے ہی آگے مگر گوہر کا دل...... وہ ٹھنڈا نہ ہوا بھی، دہکتا، چٹختا، بجھ کتا...... سنہری سے زرد۔ زرد سے سرخ...... سرخ سے اناری اور اناری سے سیاہ پڑتا دل۔

وہ منہ سے آگ اگلتا۔ دوسروں کے چیتھڑے اڑاتا۔ بہترین کماتا...... سگریٹ کے دھوئیں کو نسوں میں بھرتا۔ کھانسی سے مرنے کو ہوتا، انگلی جلاتا۔ ہونٹ جھلساتا۔ خانہ بدوش بن جاتا۔ پتھر سا بے حس اور قصابوں سا بے درد۔ آہ...... مگر یہ دل۔

☆☆☆

جاتے دسمبر کی پر انتقام، سرد، غصیلی غراہٹیں تھیں۔ لوگوں کی کپکپاہٹ اور گوہر ادریس کا تجاہل۔

رات گیارہ بجے وہ سیاہ شلوار سوٹ پر اخروٹی شال اوڑھے، قمیص کی آستین اوپر کو موڑے فون سنتا کسی گاڑی، رکشے کا انتظار کرتا۔ شیراز ٹیوشن پر چھوڑ گیا تھا۔ واپسی اسے خود کرنی تھی۔

رکشہ سامنے آن رکا۔ وہ پیچھے جا بیٹھا۔ رکشہ جھٹکے سے چلا۔ گوہر نے فون بند کر کے ہاتھ میں تھاما اور بائیں طرف مڑ کے دیکھا اور......

دل کو بددعا ہے کسی عاشق کی
یہ مر بھی جاتا ہے مگر رکتا نہیں

”آگ“ لگے شیراز کے ہر ٹھاٹ کو۔ جہنم میں جلے یہ رکشے والا جو لکھ کے نہیں رکھتا کہ آج سوار کون ہے۔ بہرہ ہوا ایسا فون کرنے والا جس نے بصارتیں محدود کر دیں میری۔“ وہ سرد تر ہوتا بڑبڑاتا۔

”ہم نے تو سنا تھا گاڑی خرید لی گوہر نے۔“ ثوبیہ آنٹی کے بھرے چہرے پر مسکراہٹ کرلانے لگی۔

وہ کوئی ملعون بے زبان ہو گیا۔ ثابت ہوا کہ ہر زبان دان کی زبان بندی کے لیے لوگ اور مواقع ضرور ہوتے ہیں۔ وہ ثوبیہ آنٹی سے پرے بیٹھی دمہ زدہ کو نہ دیکھتا مگر وہ...... پچھاور بھی تو نہ دیکھتا۔

”جی ہے گاڑی تو...... گاڑی والا ہوں۔ گاڑی والا جاہل نہیں ہوں۔ گاڑی یوں خریدی کہ پچھلے دو سالوں میں کوئی دو سو افراد یہ پوچھتے رہے کہ اب بھی پبلک ٹرانسپورٹ استعمال کرتے ہو؟ حاجی صاحب نے کہیں کوٹھی قرضہ لے کے تو نہیں بنوائی۔ اب گاڑی لے لو یار! تو دولتیوں جیسا دکھاوا کرنے کا میں قائل نہیں۔ جب تمیں روپے سے آ جا سکتا ہوں یا ستر روپے کا پیٹرول بائیک میں ڈلوا کے استعمال میں لا سکتا ہوں تو فضائی آلودگی کے ماہرین سے کوسنے کیوں سنوں؟“

کسی اور کے پوچھنے پر وہ یہ تقریر اس کے منہ پر مارتا آگے بڑھ سکتا تھا مگر......

”آپ...... یہاں؟ خیریت؟“ بوکھلاہٹ میں وہ سوال کیا کہ جواب کے نتیجے میں ثوبیہ سعید کی بیمار بیٹی کو دیکھنا پڑا۔

سارے شہر سے باقی ماندہ روشنیاں اس کی آنکھوں میں سمٹ آئیں اور اس تاریک وجود کا اندھیرا کم تک نہ سکا۔

سیاہ شال...... زرد چہرہ، سفید لب...... اور آنکھیں گوہر کو ایسی سیاہی کے لیے لفظ نہ مل سکے کہ جیسی ان کی آنکھوں میں تھی۔

کینولا لگے ہاتھ کو سہلاتی، اپنی گود کو دیکھتی، ہاتھوں کو...... سڑک کو...... مگر گوہر ادریس کو نہیں۔

”خیریت؟“ اس کے پوچھنے پر ثوبیہ سعید کی زبان فراٹے بھرنے لگی۔

”امید تو دلائی ہے ڈاکٹر نے۔ مگر میں نے کہا کہ ذرا جلدی بحالی کریں صحت کی۔ منگنی کرنی ہے ناں اس کی۔ ڈاکٹر نے کہا ڈرپ لگوا لیں تو پھر تو خیر ہو گئی واپسی میں۔ سعید صاحب کے رشتے داروں میں ایک نکاح تھا۔ باقی سب وہیں چلے گئے۔ میں نے تو کریم کروانی تھی۔ ربیعہ سخت بے آرام ہوئی

www.pklibrary.com
Scanned with CamScanner

ہے، جھگڑوں سے مگر میرا انٹرنیٹ ہی نہ چلا اوپر سے یہ وقت۔ بس ہم کیسے بھی بیٹھ گئے۔ تم آنا ضرور منگنی پر۔ بہت ہی اچھی فیملی ہے۔ شان دار لڑکا، جیسا میں نے ہمیشہ سے چاہا۔ شکل سے نسب اور کمائی سے پہنچ تک باکمال۔" ربیعہ نے کہا۔

"روکو رکشہ...... یہیں اتارو مجھے۔" وہ دھاڑا۔

رکشہ والے نے ایک لمحے کی تاخیر نہ کی۔ کرایہ تھماتا وہ کمزور کانپتا شخص سواریوں کو بڑبڑانے پر مجبور کرتا۔

"تو بندہ فیشنی ہیرو نہ بنے۔ اتنی ٹھنڈ بنا سویٹر گھومنے کی تک کیا ہے بھلا۔" کینولا والے ہاتھ والی لڑکی چہرہ ہاتھوں میں چھپائے سفر بتاتی۔

"ہونہہ...... آج بھی ویسی ہی جلن۔" ثوبیہ سعید کے چہرے پر آنے والے وقت کی آزمائش کے لیے بےزاری ہی بےزاری تھی۔

☆☆☆

دل کو بددعا ہے کسی مداری کی
ڈگڈگی ٹوٹ بھی جائے، یہ رکتا نہیں

"بھاگا آیا...... بھاگا آیا......" طوطے اونگھ سے جاگتے ہی واویلا کرنے لگے اور بھاگا نے قریب سے گزرتے اپنی شال پنجرے پر دے ماری۔ پہلے پنجرے والوں نے شور کیا، پھر دبک گئے۔

اندھیرے میں وقت کی گھڑیاں گنتے حاجی صاحب کو آج انتظار لمبا لگا۔ ہاں مگر دھڑ دھڑ قدموں کی آہٹوں کو سنتے وہ بےخبر ہو گئے۔

قمیص کے بٹن کھولتا وہ نل سے نکلتا پانی خود پر انڈیلنے لگا۔ سگریٹ کا پیکٹ یوں ڈھونڈا کہ سارا کمرہ تلپٹ کرنا پڑا۔ کبھی کبھار کا، تنہائی کا شغل آج نشہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ شیراز کے کمرے میں گیا۔ وہاں تلاش کی پھر واش روم میں ٹنگی ایک قمیص کی جیب سے پیکٹ ملا۔ کشادہ چھت پر پڑے گملے اس اجنبی کو دیکھتے چونکے کہ وہ کبھی اس طرف آیا ہی نہ تھا۔ مدت ہوئی اس زاویے پر کھڑے ہو کے سامنے والوں کی بند کھڑکیوں کو تکتا۔ یوں کہ کھڑکی پار سوتے وجود کو بے آرام کر دیتا۔

"امی...... ی ی......" کھانسی کا دورہ کھڑکی پار والی کو ہی پڑا تھا۔

"امی کی جان!" ثوبیہ سعید نم آنکھوں سے سیرپ چمچے میں انڈیلتیں۔

"لو، قبول ہے...... قبول ہے...... قبول ہے...... ورنہ گلا دبا دوں گا۔"

آواز سی گونجتی۔ ربیعہ لحاف پر دہری ہوتی۔

"امی! میری گردن...... کمر...... آہ امی! یہ درد۔" رونے والی وہی کھڑکی پار کی لڑکی ہی تھی۔

"پھر شروع ہو گیا یہ منحوس درد۔ یا اللہ میرے اس بار نہیں، اس بار نہیں......" ثوبیہ سعید زار زار رونے لگیں۔

کھڑکی پار سامنے کی چھت پر بنا قمیص کھڑا، مرغولے بناتا وہ شخص ماضی بننے لگا تھا۔

☆☆☆

دل کو بددعا ہے کسی تقدیر نویس کی
کہ یہ ایجاد ہی درد و داغ کی ہے رکتا پھر بھی نہیں

وہ پیدائشی لیڈر تھا، زنانہ نام والا...... کٹر مرد۔ سات ماہ میں بھی مرد تھا۔ سال سات میں بھی۔ اکھڑ سے معمولی نقوش، گھنی بھنویں...... سیدھے نوک دار بال۔ دو سو اکتالیس کی تعداد کے اسکول میں سے کم از کم ڈیڑھ سو اس کے مرید۔ وہ کچھ کہہ دیتا۔ دوسروں کا ماننا فرض، کچھ سن لیتا۔ دوسروں کی ستائش اس کا حق، کچھ دیکھ لیتا...... دوسروں کی طلب بند۔

میلاد النبی ہوتا، وہ نعرے لگاتی ٹولی کا سردار، چودہ اگست پر جھنڈا جو سب سے بڑا ہوتا، اسی کو تھمایا جاتا۔ ماں باپ کے لیے مشکل بچہ۔

مغرب کے بعد ڈھونڈ ڈھانڈ گھر لایا جاتا۔ کھانے میں، پہننے میں، پڑھنے میں...... آنے جانے غرض ہر کام اس سے کروانا ایک باقاعدہ مسئلہ ہوتا۔ کالونی ابھی نئی تھی۔ کئی پلاٹس خالی پڑے تھے۔ شیشم اور پیپل کی چھاؤں تلے گرمیاں گزرتیں۔ لڑکے کرکٹ کھیلتے، کبھی کنچے۔ لڑکیاں شادی شادی کھیلتیں۔ پٹواری صاحب کی ساڑھے دس سالہ

www.pklibrary.com

Scanned with CamScanner

سامعہ آپی لڑکیوں کو سستے ٹھیلوں سے خریدے میک اپ سے رنگتیں۔ مایوں، مہندی اور بارات کی دلہنیں بنتیں۔ لڑکوں کو اس کھیل میں شامل ہونے کی ہڑک جاگتی۔

”سامعہ آپی! میں پتے اتاروں؟ بارات پر پھول بھی تو پھینکتے ہیں۔“ گوہر خود ہی شامل ہوگیا۔ شادی کا کھیل اور متنوع ہوگیا۔

”سعد کو دولہا بناتے ہیں۔“ عاشی کی تجویز تھی۔

سعد ثقلین پچھلی لین میں رہتا تھا۔ بلا کا خوب صورت بچہ۔ بلا کا غصیلا بھی اور جل ککڑا بھی۔ سعد روزانہ دولہا بننے لگا۔ سب خوش تھے۔ روزانہ گھر سے کچھ لاتے۔ لڑکیاں پکاتیں۔ لڑکے ڈھول پیٹتے، ناچتے، پتے ٹہنیوں سے جگہ سجاتے۔ ایک دن عاشی آئی تو ساتھ ایک بچی تھی۔ سعد ثقلین سے بھی خوب صورت، نازک اور نخریلی۔ پتے توڑتے گوہر نے دیکھا۔ شہد رنگ کی آنکھوں، بالوں اور دودھیا رنگت والی ربیعہ سعید کو۔

”آج ربیعہ کو دلہن بناتے ہیں، اس کی فراک بھی فریال سے اچھی ہے۔“ سامعہ آپی نے فیصلہ سنایا۔

”اس کا دولہا میں ہی بنوں گا۔“ گوہر ادریس نے وہ جملہ بولا کہ جس نے مستقبل کو مفلوج ہی کردیا۔ سامعہ کو دولہا پسند نہ آیا مگر دوسرے لڑکوں نے شور مچادیا۔

وہ اپنی دلہن کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے بیٹھا تھا۔ وہ کسمسائی۔

”گوہر ہاتھ چھوڑو۔“ عاشی کو غصہ آیا۔

”ماموں نے بھی تو حمدہ مامی کا ہاتھ پکڑا تھا۔“ وہ ہاتھ نہ چھوڑتا۔

”یہ جھوٹی موٹی شادی ہے۔“ وہ بھڑک کے بولی۔

”دلہن تو اصلی ہے ناں۔“ وہ اڑ گیا۔

”ماموں تو مامی کو سیڑھیوں پر لے جارہے تھے اوپر۔ اس لیے پکڑا تھا ہاتھ۔ ان کے کپڑے دیکھے تھے؟“

”رابی! تم بھی کل لہنگا پہن کے آنا۔“ اسے یہی فرق لگا۔

”عاشی! میں نے کہا بھی تھا گوہر کو نہیں بناتے دولہا۔“ سامعہ اکتائی۔

یوں وہ زبردستی ہر دفعہ ربیعہ کا دولہا بننے لگا۔ ربیعہ بس اس کے ساتھ خوش رہتی۔ اسے گھر لے جاتی۔ ڈول ہاؤس دکھاتی...... اپنی کلرنگ بکس، گلابی رنگ سے سجا اپنا کمرہ۔ ثوبیہ سعید لاپروا سی ماں تھیں۔ زرد رنگے بال، سپید رنگت، فربہ جسم، وہ خریداری کرتیں، میک اپ یا فون کالز۔

ایک دن اسکول میں سعد ثقلین کی ایک بچے سے لڑائی ہوگئی۔ گوہر مخالف بچے کو اکساتا رہا، یوں کہ چھٹی کے وقت گیٹ کے پاس اکھاڑہ لگ گیا۔

”اوئے سب پیچھے رہیں گے۔ کوئی آگے نہ آئے، بس دیکھو۔“ گوہر نے سب کو تماشے کے لیے اکٹھا کرلیا۔ وہ ایسا ہی تھا۔

سعد کو خاصی شرمناک شکست ہوئی۔ گوہر سے اس کی ٹھن گئی۔ تو تکار ہونے لگی۔ ہر روز ہونے لگی۔

”رابی کا دولہا میں ہی بنوں گا اب۔“ سعد نے محض جلانے کے لیے کہہ دیا۔ گوہر نے دھکا دے کے اسے بنچ سے نیچے گرادیا۔ پھر بات مار کٹائی پر ہی ختم ہوئی۔ گوہر نے سعد کا جینا دوبھر کردیا۔ اسے دیکھتے ہی تان لگاتا۔

دیکھو دیکھو سعد آیا
ساتھ میں اپنے کوڑا لایا
کوڑے سے نکلا ہاتھی
ہاتھی اس کا ساتھی
ہاتھی کوڑا کھاتا ہے
سعد کو بھی کھلاتا ہے

سعد اسکول میں ”ہاتھی میرا ساتھی“ کے نام سے مشہور ہوگیا۔

ایک دن گوہر کو سخت بخار ہوا۔ امی نے اسے گھر سے نہ نکلنے دیا۔ وہ تڑپتا رہا۔ موقع پا کر خالی پلاٹ کو

دوڑا اور...... کیا دیکھا وہاں ربیعہ کا دولہا سعد......

وہ بنا کسی سے بات کیے سعد کو پیٹنے لگا۔ سعد کی ناک سے بھل بھل خون بہنے لگا تو وہ ربیعہ کی طرف ہوا۔

"سامعہ آپی! بتاؤ کہ تم کس کی دلہن ہو؟" حکم دیا۔ وہ سہم گئی۔

"بولو......" وہ دھاڑا۔ ربیعہ رونے لگی۔ گوہر نے اس کی گردن دبوچ لی۔

"میں ماردوں گا تمہیں...... نہیں تو بتاؤ ناں۔"

رفیق بٹ صاحب چیخیں سن کے دوڑے آئے۔ اس دن یہ کھیل عجیب شرم ساری پر ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ حاجی صاحب نے سارے محلے کے سامنے گوہر کو مارا۔ وہ امی کے سامنے ڈٹ گیا۔

"جو بھی اسے دلہن بنائے گا، میں اسے ماردوں گا۔" نو سالہ گوہر کی دھمکی نے اس کی ماں کو جامد کردیا۔

پھر یوں ہوا کہ سارے اسکول کو اس کی دیوانگی پتا چلتی گئی۔ دونوں بہترین دوست تھے۔ گوہر کا ہوم ورک ربیعہ کرتی تو ثوبیہ کو بھی بازار نہ جانا پڑا۔ امی کچکچاتیں۔

"یوں بھاگ بھاگ میرے کہنے پر تو کہیں نہیں جاتے تم۔"

میٹرک کرتے ہی گوہر یک دم مرد بن گیا تھا۔ بھرپور جوان۔ میٹرک میں نمبر بہترین تھے۔ وہ ڈاکٹر بننے کے خواب دیکھنے لگا۔ کالج میں گیا اور کچھ مصروف ہوگیا۔ ربیعہ دسویں میں تھی، اکیڈمی سے دونوں اکٹھے واپس آتے۔

"رابی! اب تم بڑی ہوگئی ہو۔ گوہر سے فاصلہ رکھو بیٹا۔"

پہلی بار ثوبیہ کو گوہر اتنا بڑا لگا۔ یہی بات گوہر نے کہی مگر یوں......

"اتنی بڑی ہوگئی ہو رابی! دوپٹہ لینا نہیں آتا کیا؟" دوپٹہ گھما کے رابی کو لپیٹ دیا۔ دونوں سارے رستے ہنستے رہے۔

ثوبیہ نے اب کے سختی سے کہا۔

"گوہر سے دور رہو۔ اس کی نظر ٹھیک نہیں۔"

وہ سمٹ گئی۔

گوہر کو نظرانداز کرتی، اکیڈمی سے تیز تیز پلٹی۔

"اوئے دلہن!" گوہر شرارت سے پکارتا، یوں تو وہ ہنس دیتی تھی مگر اب......

"گوہر! اب ہم بڑے ہوگئے ہیں۔" ٹوکتی۔

"ہاں تو میں نے کب کہا چھوٹی دلہن!" بالوں میں انگلیاں چلاتا۔

رابی بے بس سی ہو جاتی۔ رات کے کھانے کے بعد وہ چھت پر آتا۔ ربیعہ اپنے کمرے میں چکر کاٹتی، کیمسٹری کو رٹے لگاتی۔ کیمسٹری چھوڑتی اور کھڑکی میں کھڑی گوہر سے پوچھ رہی ہوتی۔

"ٹیسٹ میں کتنے نمبر آئے؟"

"تمہاری امی نے کیا بنایا ہے۔ کڑھی...... واہ جی! تھوڑی دے ہی جاؤ۔ میں چاول ابالتی ہوں تب تک۔"

"میں فیل ہوگئی تو سارا قصور تمہارے سر ہوگا۔ جان کو چٹ ہی گئے ہو۔" وہ مسکراہٹ عام نہ ہوتی، وہ ناراض ہو جاتا۔

"ایک تو پہلے ہی شکل ماشاءاللہ ہے، اوپر سے بگاڑ لیتے ہو کھوپڑی...... کیا کروں میں؟"

سیڑھیوں پر ہی ہوتا کہ فون پہ میسج آجاتا۔

"اپنا منہ بند رکھا کرو۔ میں بڑا ہوں تم سے اور کسی کی بدتمیزی برداشت بھی نہیں کرتا۔" فون آف کردیتا۔

ربیعہ کو جانے کیا کیا ہوتا۔ پیغام لکھے جاتی، بھیجے جاتی...... اگلی شام اکیڈمی میں وہ مسکرا رہا ہوتا۔ ربیعہ رونے کو ہو جاتی۔

میٹرک میں ربیعہ سعید نے ضلع بھر میں ٹاپ کیا تھا۔

"افسوس صد افسوس ہے، پاکستانی نظام تعلیم پر۔ اب ربیعہ سعید جیسے ہونق بھی ٹاپرز ہونے لگے۔"

گوہر کا افسوس نہ جاتا۔ ربیعہ خوش ہوتی۔

www.pklibrary.com

Scanned with CamScanner

"اب کالج بھی اکٹھا، اکیڈمی بھی اور ایم بی بی ایس بھی۔" منصوبے بناتی۔

"اور......؟" گوہر پوچھتا تو تڑخ کے بولتی۔

"اس سے زیادہ کوئی برداشت کر سکتا ہے تمہیں؟"

☆☆☆

پنجاب کالج کے دونوں کیمپس میں بیٹھے وہ دونوں حد سے زیادہ محنت کرتے، باہر نکلتے اور اکٹھے اکیڈمی کو چل دیتے۔ پھر واپس گھر...... دونوں دوستی نام کے دھوکے میں مبتلا تھے۔ محبت محبت تو ابھی کھیلا ہی نہیں تھا۔

اکیڈمی میں ربیعہ نے سعد ثقلین کو دیکھا۔ وہ اتنا نکھر چکا تھا کہ شاید پورے شہر میں اس جیسا نہ ملتا۔ میٹرک اس نے اپنے ماموں کے ہاں کیا تھا۔ اب پری میڈیکل کے دوسرے سال ٹرانسفر ہو کے آیا۔

"تم نے سعد کو دیکھا؟ اف...... کیا پرسنالٹی ہے۔ سارے کیمپس میں دھوم مچ گئی ہے۔"

گوہر بے آرام ہوا۔ بولا کچھ نہیں۔ ربیعہ جیسے اندھی بہری ہو گئی۔ بلا دھڑک سعد کی تعریفیں روزانہ دہرانی۔

پھر ایک دن......

"سچ پوچھو تو صرف شکا ہی ہے سعد صاحب کا، مجھے تو بونگا ہی لگتا ہے۔ بوائز کیمپس میں تو بس گوہر اور لیس ہی سب سے زیادہ پرکشش لگتا ہے مجھے۔ مرد مرد سا لگتا ہے ناں۔ باقی تو عجیب بال رنگوا کے بھنویں کٹ لگوا کے آجاتے ہیں۔ زنانہ سے۔"

ربیعہ شدید ترین بے آرام ہوئی۔ جانے کیوں اسے اچھا نہ لگتا۔ کوئی دور سے بھی گوہر کا نام لیتی تو اس کا دل بے ترتیب ہو جاتا۔ مشکوک بھی۔

گوہر کو ربیعہ کی بے بسی مزا دیتی۔

سامعہ آپی کی شادی پر وہ اتنی خوب صورت لگی کہ گوہر کا دل حسد سے بھر گیا۔ چھت پر کھڑا تھا۔ وہ کھڑکی میں کھڑی رائے پوچھتی۔

"میں نہیں جا رہا، دل نہیں۔" پیغام بھیجا اور نیچے آ گیا۔

صبح شیراز نے بتا دیا کہ سعید انکل کی طرف سے فرہاد ہی آیا تھا۔ گوہر مسکرایا۔

"کیا ضرورت تھی اتنا قاتل لگنے کی۔"

اس کا ٹیسٹ ہوتا۔ گوہر کی فرمائش......

"مجھ سے بات کرو۔ آج میرا کوئی ٹیسٹ نہیں۔" وہ پیغام کا جواب لکھتی، کبھی بے بسی سے کتاب کو دیکھتی رہ جاتی۔ کارکردگی متاثر ہونے لگی۔ جانے کیسی کم ہمت تھی وہ کہ یوں ہتھیار ڈال دیتی۔

"سیاہ رنگ کیوں پہنا؟" اعتراض ہو جاتا، وہ دل مار لیتی۔

"امی مجھے سیاہ کپڑے نہیں لینا۔"

"کیوں، تمہیں تو پسند ہے یہ رنگ۔"

وہ چپ۔

دن بہ دن ربیعہ بس پرچھائیں بنتی گئی اور گوہر سارا منظر۔ ثوبیہ سعید نے اب معاملہ سنجیدگی سے پرکھا۔

گوہر سالانہ امتحانات سے فارغ ہوا۔ ربیعہ کے امتحان شروع ہوئے۔ ہاں وہ امتحان کے دنوں میں انسان ہی رہا تھا۔

آخری پیپر والے دن اچھے سے تیار ہوا۔ دوست کی بائیک مانگی اور سینٹر کے باہر کھڑا ہوا۔

"کیسے ہوئے؟" وہ خوش گواری سے اسے دیکھتی تو پوچھتا۔

"ٹاپ تو شاید نہ ہو سکے مگر میڈیکل کا میرٹ بنا ہی لوں گی۔"

"چلیں؟"

وہ جھجکی۔ "گوہر...... رکشے والا انتظار...... امی پریشان۔"

"چلو گی یا نہیں؟" وہی ظالم سا بے لچک لہجہ۔

وہ خاموشی سے پیچھے بیٹھ گئی۔

متفکر سی آئی تھی مگر ہمراہی گوہر کی تھی۔ سب کچھ بھول گیا۔ بس وہ یاد رہا جو ساتھ لیے لیے گھومتا۔ کبھی گول گپے کھلاتا، ناریل کا پانی، کولڈ کافی...... بے

pklibrary.com

Scanned with CamScanner

ترتیب چٹخارے اور قہقہے......

اس دن دونوں کو ہی اس بات پر روز حشر سا یقین ہو گیا تھا کہ وہ صرف دوست نہیں۔ واپس لوٹے تو جیسے سب کچھ لوٹانے کا وقت آ گیا۔

☆☆☆

"کتنے دن گوشت پکتا ہے تمہارے گھر؟"

ثوبیہ سعید آج اسے اندر بلا لائی تھیں۔ ربیعہ مجسم التجا بنی کھڑی تھی مگر ماں اسے دیکھتی تک نہ تھی۔

"میری بیٹی نے اس گھر میں شاید ہی کوئی ایسا دن دیکھا ہو، جب کوئی عام شے گھر میں بنی ہو۔ بینک کلرک کی ماہانہ آمدن پینتیس ہزار ہے اور میرے گھر بجلی کا بل اس سے دوگنا آتا ہے۔ کیا دے سکتے ہو ربیعہ کو، جو میں اسے ایسی بے وقوفی کرنے دوں؟ میں دیکھتی رہی کہ شاید میری بیٹی خود ہی دنیا کے رنگ دیکھ کے پلٹ آئے مگر جانے کون کون سے منظر بناتے اور دکھاتے ہو اسے کہ اسے کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔ سن لو لڑکے! میری ربیعہ کے لیے پہلا رشتہ ہی اس کے خالو کے باس نے دیا ہے، اپنے بیٹے کے لیے۔ اب بتاؤ تمہیں کس گنتی میں رکھوں؟"

اپنی طرف سے وہ گوہر ادریس کو پانی پانی کر کے اپنی بیٹی کی زندگی سے دفع دور کر کے بیٹھ گئیں۔

گوہر استہزاء سے مسکرا دیا۔ ربیعہ کو دیکھ کے بولا۔

"مجھے لگا تمہاری امی کچھ نیا کہنے والی ہیں۔ کچھ سنسنی خیز...... مگر یہ تو کچھ یوں ہو گیا کہ انہوں نے میرے سامنے کینو رکھا اور بولیں۔"

"یہ کینو ہے...... اسے کینو ہی کہتے ہیں۔ یہ کھٹا میٹھا ہوتا ہے۔" ہنسنے لگا۔

ثوبیہ سعید کو پہلی بار اشتعال آیا۔ معاملہ سنجیدہ لگا۔

"مجھے معلوم ہے کہ میرے ابا کے ریال نہیں آتے۔ میری اماں ماہانہ ہزاروں نہیں لٹاتیں پارلرز میں۔ کھانا بھی خود ہی بنا لیتی ہیں۔ بڑے دونوں بھائی یونیورسٹیز میں لاکھوں جھونکتے ہیں، شاپنگ کے بجائے...... اس سب کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ کی ایک بیٹی نہ پال سکیں ہم۔ غربت تو سوال ہی نہیں۔ میں اسے جواب بناؤں گا ہی نہیں۔ کچھ اور ہے تو آج ہی پوچھ ڈالیں۔"

ثوبیہ سعید سفاک ہوئیں۔

"کچھ اور کچھ نیا یہ ہے کہ امارت کے بعد شکل ہی دیکھی جاتی ہے۔ خود کو کبھی اوروں کی نظر سے دیکھا ہے؟ دائیں طرف آئینہ آویزاں ہے خود دیکھ لو...... حور کے پہلو میں کیا لگتے ہو۔"

"امی!" ربیعہ نے جیسے احتجاج کیا۔

"مجھے بات کرنے دو ربیعہ! ورنہ میں تمہارے ہر راستے میں آگ بھر دوں گی۔ بات کرنے دو کہ کوئی رشتہ بچ ہی جائے۔"

گوہر تناؤ سے بھر گیا۔ ساڑھے اٹھارہ سال کا انتہائی جذباتی۔ سا لڑکا تھا وہ۔ وہ باتوں میں حاضر جواب تھا۔ قائل کرنے کے فن میں طاق بھی نہ تھا۔

"ایک انتہائی معمولی شکل و صورت...... روایتی سا مڈل کلاس پس منظر اور دھندلا، بے یقین پیش منظر اور اعتماد دیکھو اس کا۔ ایک سترہ سالہ لڑکی کو اندھا کرنا آسان ہے مگر اس کی ماں یہ بدنصیبی مول نہیں لے سکتی۔ آج تم ورغلا کے میری بیٹی کو بائیک پر بٹھا لے گئے۔ کل کلاں کو کسی پوائنٹ پر نکاح کروا لو تو میں کیا کر لوں گی۔ میں تماشا نہیں چاہتی آخر محلے داری ہے اس لیے تمہیں وہ سب دکھا رہی ہوں جو بچکانہ سوچ تم دونوں کو سوچنے ہی نہیں دیتی۔"

"اور کچھ نیا سننا چاہتے ہو تو سنو۔ تم میری بیٹی سے حسد میں مبتلا ہو۔ شکل و صورت، اخلاق و کردار، نسب و خوش حالی وہ ہر شے میں تم سے پچاس فیصد آگے ہے اور تم......"

"امی! ایسا نہ کہیں خدارا...... گوہر یہ سب......"

"ربیعہ! آج تم بولیں تو میں تمہیں لے کر وہاں غائب ہوں گی کہ ساری عمر اس خطے کی خوشبو کو بھی ترسو گی۔ یہ لڑکا تمہیں تمہاری پسند کا کھانا نہیں کھانے

Scanned with CamScanner

دیتا۔ تم رنگ بھی اس کی مرضی کے پہنو۔ تم اچھی لگیں تو لوگ کیوں دیکھیں۔ آج یہ فارغ ہے تو تم اس کا دل بہلاؤ۔ اس نے ڈاکٹر بننا ہے مگر تمہیں اس نے باندی ہی بنانا ہے۔ تم اس کے مستقبل کے منصوبوں میں کہیں نہیں۔ تم اس کے صحن اس کے کمرے میں کہیں نہیں۔ بس اس کی چھت پر ہو اور تم چلیں مجھے چپ کروانے۔ گوہر کا دل بولنے کو نہیں کرتا تو ربیعہ سارا دن بولے گی۔ آج وہ بول رہا ہے تو ربیعہ کو رائے دینے کا حق تک نہیں۔ اسے تم سے محبت نہیں میری بیٹی! ایسے لوگ محبت کر ہی نہیں سکتے۔ یہ خود سے محبت میں مبتلا لڑکا تمہیں ساری عمر کی مشقت کے سوا کچھ نہ دے گا۔ یہ تمہارے پیچھے اس لیے ہے کہ تم سے بہتر کوئی ملا نہیں جس دن مل گیا۔"

"اپنی ماں کا منہ بند کرواؤ۔" گوہر نے ربیعہ کو انگارہ آنکھوں سے دیکھا۔

"اور کچھ نیا سننا ہے؟ تم ربیعہ کے لیے مہلک ہو کیونکہ مجھے تمہارے کردار پر بھروسا نہیں۔ یہ ہوس ہے محبت نہیں۔"

"امی پلیز، چپ کر جائیں۔ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ گوہر نے بھی ایسا سوچا تک نہیں۔ گوہر رکو...... پلیز! ایسے نہ جاؤ۔ میں بات کرتی ہوں تمہارے سامنے ابو سے، پلیز۔" ربیعہ باہر نکلتے گوہر کی طرف لپکی۔

"ربیعہ! واپس آؤ۔ یہ لڑکا جس نے بچپن میں تمہارا ہاتھ نہ چھوڑا۔ پورے محلے میں تماشا کروا دیا، اب کیا کیا کر سکتا ہے؟ آج کے دو گھنٹوں نے مجھے سولی پر لٹکائے رکھا ہے۔ میں کوئی خطرہ اب کے مول نہیں لوں گی۔"

ربیعہ روتی مگر گوہر کی آستین نہ چھوڑتی۔

"میں نے ابو سے بھی کچھ نہیں مانگا۔ صرف تمہیں مانگوں گی، پلیز یوں ایک جھٹکے میں سب ختم مت کرو۔"

گوہر اتنا غصے میں تھا کہ اسے کچھ سجھائی نہ پڑتا۔ خود کو چھڑاتا۔

"رابی! چھوڑ دو مجھے ورنہ میں بہت غلط کر دوں گا۔" ربیعہ ہچکیاں لیتی۔

"تم ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ گے، میں نہیں چھوڑوں گی۔" ثوبیہ نے چٹاخ سے تھپڑ اسے مارا۔

"شرم ختم ہو گئی تم میں۔ یہ لڑکا...... جانے کیا تعویذ پلایا ہے تمہیں۔"

"بخش دیں مجھے۔ سنبھال کے رکھیں اپنی بیٹی۔ مجھے بھی نہیں چاہیے ایسی ماں کی بیٹی جو لڑکے کو گھر بلا کے بھاؤ تاؤ کرے کہ اگر امیر ہوتے تو ربیعہ تمہاری ہوتی۔ ہیرو ہوتے تو بھی چانس بن جاتا چونکہ معمولی ہو، اس لیے میں نہیں مانتی۔ سمجھا دیجیے گا اسے، میری طرف سے مطمئن رہیں۔"

ربیعہ روتی رہ گئی اور گوہر نے جیسے قسم کھالی کہ مڑ کے نہ دیکھے گا۔ ثوبیہ سعید مطمئن تھیں۔ جانتی تھیں تھوڑا تماشا تو لگے گا مگر وہ لڑکا غصے میں وہی کرے گا جو وہ چاہتی تھیں مگر اس رات جو ربیعہ کو بخار چڑھا، وہ پھر کبھی نہ اترا۔

☆☆☆

دل کو بد دعا ہے کسی طبیب کی
یہ ناسور تو ہو جاتا ہے مگر رکتا نہیں

"دسمبر میں قمیص اتار کے سگریٹ پھونکنے سے کھوتا، نسلی گھوڑا نہیں بن جاتا۔"

حاجی صاحب کچھ پریشان تو ہوئے مگر اس کی ننگی پیٹھ تھپک کے طنزاً بولے۔ تہجد کے نوافل کے لیے اٹھے تھے۔ شیراز اور گوہر کے کمرے میں روشنی تھی۔ پنجرے پر پڑی گوہر کی شال، وہ گھبرا اٹھے۔ اب گوہر کو ڈھونڈتے ڈھانڈتے آئے تھے۔ دس سال پرانا مشغلہ دہراتے گوہر کو دیکھ کے کھٹک گئے مگر پوچھا کچھ نہیں کہ وہ کبھی نہ بتاتا۔ یہ خیال ہمیشہ انہیں ستاتا کہ کچھ غلط ہے۔

گوہر ایسا تو تھا "اتنا زیادہ" ایسا نہ تھا۔

وہ دونوں خاموشی سے سیڑھیاں اتر رہے تھے۔

☆☆☆

دل کو بد دعا کسی دور دیس کے جاڑے کی
رگیں درد سے جم بھی جائیں مگر یہ رکتا نہیں

pklibrary.com

Scanned with CamScanner

”گوہر...... رکو بیٹا۔“ کالونی کے پارک میں سفید گھاس نے بھی سرد برف سی آنکھوں سے گوہر کو سعید صاحب کی آواز پر رکتے دیکھا۔

گوہر کی بھنویں اور جبڑے بھنچ گئے۔ تناؤ جیسے ٹھنڈی گھاس پر لوٹنیاں لے کے بھی آتش سا رہا۔

”روزانہ آتے ہو کیا؟“ ساتھ چلنے لگے۔ گوہر کو وحشت ہوئی۔

”بس کبھی کبھی۔“ قدموں میں تیزی در آئی۔ سعید صاحب ہانپنے لگے۔

”اگر لڑکے کا پتا کروا دیتے تو...... دراصل تم بحریہ ٹیوشن دینے جاتے ہو تو لڑکا بھی اسی لین میں رہتا ہے۔ پوچھنا تھا ان سے۔ آخر محلے داری ہے تو معلوم ہی ہوگا انہیں۔“

”ہماری بھی تو محلے داری ہے۔ جانتے ہیں آپ مجھے؟“ ترخ کے بولا۔

”حاجی صاحب کو تو جانتے ہیں ہم۔ تم بھی تو ان کے وجود کا حصہ ہو۔“

”یہی تو مسئلہ ہے انکل! رابی بھی تو۔ یوں نہ روک کے کھڑے ہو جایا کریں یار۔“ وہ بڑبڑایا۔

”سومیہ کی سسرال میں شادیوں کا سیزن چل رہا ہے۔ ہم پر بھی جلدی تاریخ دینے کا دباؤ ہے۔ میں کہتا ہوں بڑی کا بھی ہو جائے تو......“

”نہیں ہوگا، یہاں تو ہرگز نہیں ہوگا۔“ وہ اصلیت میں لوٹا۔

”آپ کی بیوی نے صرف بحریہ میں شان دار گھر اور فرانسیسی چہرے والا لڑکا ہی دیکھا ہے بس۔ ہیروئن، افیم اور حشیش وہ میٹرک میں لیتا تھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد چھوڑ دی۔ اب تو مہنگا ترین گانجا استعمال میں ہے صاحب بہادر کے۔ ابھی اس کا فون کھول لیں تو وہ ویب سائٹس اور ویڈیوز ملیں گی کہ آپ کو چھوٹا موٹا ہارٹ اٹیک تو لازمی ہوگا۔ مگر یہ سب وہ سائٹس اور ویڈیوز ہوں گی جو ذرا کم تھرلنگ ہیں اور وہ انہیں چھپانا بھول گیا۔ ہاں فوج میں کمیشن ملا تھا اسے اور کچھ ہی ماہ میں ہی فارغ کر دیا گیا اور کچھ؟“

وہ سانس لینے لگا۔ سعید انکل کو پتا نہیں سمجھ میں آ رہا تھا یا نہیں۔

”اگر اس نیک مقصد کے لیے آ ہی گئے ہیں تو معاملہ ثوبیہ آنٹی پر مت چھوڑیے گا۔ یہ میری آپ سے درخواست ہے۔ بہت سمجھ دار اچھی آپ کی بیٹی۔ بس اس بار اپنی جدید بیوی کو ان فیصلوں سے دور ہی رکھیے۔“ رکھائی سے کہتے کہتے وہ بھنچی بولا۔

”مگر آج کل اچھے رشتے ملتے کہاں ہیں۔ ہر دفعہ کوئی مسئلہ...... کوئی رخنہ...... جانے اللہ کو کیا منظور ہے۔ بہت شکریہ بیٹا! تم نے ہمیشہ میری مدد کی۔ جانتے ہو ربیعہ! کے ایم بی بی ایس کی دفعہ......“

”ٹھنڈ کافی ہو گئی ہے انکل! مجھے اجازت دیں۔“ وہ جواب سنے بغیر پلٹ گیا مگر مُردوں سی یادیں ٹریک کے دائیں بائیں سے نکلنے لگیں۔

ربیعہ سے ناراضی نہیں شاید خود سے فرار، امی کا کہنا۔

”میرے گھر میں آدھے اچار، مربے، چٹنیاں جس گھر کے لیے بنتی تھیں، آج وہ مجھے غریبی کے طعنے دے گئی ہے گوہر! مڑ کے دیکھا تو پیدا کرنے والی کو بھول جانا۔“

ساتھ ہی ایم سی اے ٹی کی تیاری نے اسے شل کر دیا۔ نتیجتاً وہ پیپر میں ترتیب بھول گیا۔ انٹری ٹیسٹ میں فیل ہو گیا۔ امی نے لاہور ماموں کے پاس بھجوا دیا۔ بی ایس کیمسٹری، پھر ایم ایس وہ آٹھ سال میں صرف تین بار گھر آیا۔ جب پہلی بار آیا تو......

”ربیعہ نے انٹری ٹیسٹ کلیئر کر لیا ہے، نشتر ہاسپٹل ملتان کا میرٹ بنا ہے۔“ عاشی نے بتایا۔ وہ جھلس ہی تو گیا پھر......

وہ پارک کے ٹریک پر چلا جاتا اور بولتا۔

”سارے میڈیکل کالجز سے بدنام ترین ہے نشتر ملتان، بہن کو نشے اور جہنم کے گناہ میں جھونکنا ہے تو بھیج دو۔ میرے دوست نے تو پچھلے سال اپنے

بھائی تک کو نہ جانے دیا تھا۔ پھر میرا اپنا میرٹ ہمیں کا بنا مگر ماموں نے کہا، نام بھی مت لینا۔" وہ فون بند کرتا۔ سعید انکل لپک کے آتے۔

"میری بیٹی کا بھی......" مشورہ مانگتے۔

"یوں تو میں کچھ نہیں کہنا چاہتا مگر سچ پوچھیں تو......" زبان کے جواہر نے ربیعہ سے زندگی کا آخری خواب بھی چھین لیا۔

"امی سچ کہتی تھیں گوہر! امی واقعی سچ کہتی تھیں۔"

ربیعہ کی آنکھوں میں محبت کی جگہ کچھ اور دکھا گوہر اور لیں کو۔

کچھ اور نے دونوں کے درمیان اتنی اونچی دیوار بنا دی کہ دس سال تک وہ دیکھ تک نہ سکے ایک دوجے کو۔

دس سال بعد گوہر نے ربیعہ سعید کو دیکھا تو اسے لگا۔ دل تو تقطے نہیں بدلتا۔ دل کے تو تقطے ہیں ہی نہیں۔ دل نہیں بدلتا۔

☆☆☆

"اللہ اللہ کیسے تپ رہے ہو؟ دوا کیوں نہیں لیتے؟" عاشی نے آتے ہی چہل پہل کو ہر گوشے، ویرانے میں پھیلا سا دیا۔

چائے پیتا گوہر غیر متوجہ سا رہا۔ عاشی اپنے بچوں کو ناشتہ کروانے میں ہلکان ہوتی رہی۔

"زید! میری جان صرف ایک ٹکڑا اور...... موسیٰ بیٹا! اب بتا بھی دو، کیا لو گے تم؟" گوہر متوجہ ہوا۔

"میرا بیٹا! میری جان یہ کھاؤ...... وہ کھاؤ...... تم صبح صبح تو ایسی ہی تر و تازہ محبت جھاڑتی ہو۔ رات تک کہتی پھرتی ہو، میری جان مت کھاؤ...... سو مر بھی جاؤ۔ حد ہے ویسے عاشی! اور یہ دودھ کی دیگچی میں پائپ کیوں نہیں لگوا دیتیں، اس یاجوج ماجوج کی قوم کو۔ کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ اب ان کے معدے ٹھوس غذا سہہ ہی لیں گے۔ تم ہمت کر کے رسک تو لو، مگر نہیں اپنی آسانی کو اختی۔ اور یہ فیڈر پر فیڈر دودھ ان کو دیے جاتی ہو۔ پانچ کلو دودھ آتا ہے، ہمارے ہاں۔ شیراز آئے تو چھ مگر تم آؤ تو نو کلو دودھ لیتا ہوں میں۔ اپنے خرچے سے، کوئی احساس ہی نہیں کسی کو یہاں۔"

حاجی صاحب نے کڑواہٹ بھرا منہ بنایا۔ اچھا بھلا چپ تھا دو دن سے...... یہ عاشی بھی ناں۔ ہمدردی دکھائی نہیں اور جھاڑ کھائی نہیں۔

"ابراہیم تو توں کو ہاتھ لگایا تو ماموں ٹیرس سے نیچے پھینک دیں گے۔" وہ ابراہیم کو دھمکاتا۔

"ابو جی! اب گوہر کی شادی جلدی کر دیں۔ کسی اور کے پیچھے پڑے اب۔" عاشی مصروف سی بولی۔ وہ ہنکارا بھر کے رہ گیا۔

"سامعہ آئی تھی کل ملنے۔ کہہ رہی تھی ثوبیہ آنٹی، ربیعہ کو کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس لے کر جا رہی ہیں۔ سائیکاٹرسٹ نے کہا ہے کہ ربیعہ سائیکو سومیٹک ہے۔ وہ ٹھیک ہو جائے گی مگر......"

وہ پاؤں گھسیٹتا کالج کے لیے نکل گیا۔ پیچھے عاشی کہہ رہی تھی۔

"ابو جی! مجھے سامعہ کی بات بہت اچھی لگی ہے۔ گوہر کو بھی ربیعہ کتنی پسند تھی بچپن میں۔ پھر ربیعہ کی طبیعت بھی صلح جو ہے، گوہر کو تو اس کی شکل پر ہی ترس آ جایا کرے گا۔ مجھے بھی بہن لگی اچھی ہی لگے گی۔

پھر میکے جانے کا خرچا بھی نہیں۔ گوہر جیسا مہا کنجوس تو خوش ہی خوش۔" عاشی نے اپنے طور پر ایک سے ایک مدبر دلیل دے کر حاجی صاحب کو چت کر دیا۔

"بی بلاک میں کوئی اس لڑکی کا ہم پلہ نہیں مگر...... میرا اپنا پیدا کردہ کھوتا......"

"فکر نہیں کریں، خود بات کروں گی۔ آپ بس کچھ مت بولنا ورنہ اکڑ جائے گا۔"

حاجی صاحب نے سامنے بیٹھی، اپنی خاتون بیٹی کو ہمدردی سے دیکھا۔

☆☆☆

دل کو بددعا ہے وقت آخر کی

یہ ہر بار نئی آس بیل لگاتا ہے کہ اسے رکنا نہیں

pklibrary.com

Scanned with CamScanner

"رشتہ دکھا رہی ہو کہ سم کارڈ؟" وہ اتنا اونچا بولا کہ فضا بھابھی اور حاجی صاحب لپک کے لاؤنج کی طرف بڑھے۔

"ہوں؟ یہ ملاؤ گے تو چاہے نئے کپڑے مت دلانا۔ وہ ملاؤ گے تو" کرایہ فری" آفر ملے گی۔ یہ دباؤ گے تو اس کی بولتی بند...... بس بند کروا اپنا ون لائنر اور اپنی بتیس سالہ زندگی میں آخر ایسا کون سا دانائی بھرا کام کر بیٹھی ہو جو میری زندگی میں جمع تفریق کرنے لگیں۔ سامعہ نے کہہ دیا اس دمہ زدہ سائیکو لڑکی سے شادی کرلوں۔ خوب، تم کو بات اچھی لگی تو اس ڈینگیں مارتی فیشن زدہ عورت کو گھر میں لا کر سجالوں۔ حاجی صاحب کو پیشکش معقول لگی تو متوسط گھرانے میں بنا سوچے، سہرا باندھ کے گھس جاؤں۔ میری زندگی ہے تو مجھے ہی طے کرنا ہے ناں کچھ نہ کچھ؟ مجھے ربیعہ سعید سے تو کیا، اس نام کی کسی بھی لڑکی سے شادی نہیں کرنی۔ مجھے شہد رنگ سے اپنا گھر نہیں بننا۔ مجھے رشتہ نہیں ڈالنا کہ ثوبیہ سعید کی گردن کا سریا مجھے جینے نہیں دے گا۔ مجھے کم از کم اس زندگی میں اس لڑکی کو نہیں دیکھنا جو اپنی ماں کی نظر سے دیکھتی ہے۔ میں تمہاری منت کرتا ہوں کہ کچھ ایسے ہی اونچے بونگے دلائل اور اکٹھے کرو اور حاجی صاحب کے دماغ سے بھی یہ بات نکال دو ورنہ میں وہ کچھ کروں گا کہ تم لوگوں کو میرے بارے میں اپنی رائے پر افسوس ہونے لگے گا۔"

وہ اعتراض کرے گا، سب کو معلوم تھا مگر وہ بے عزت کرے گا کسی کو گمان نہ تھا۔ وہ بھڑاس نکال لے گا کسی کو علم نہ تھا۔ عائشہ ادریس کے آنسو سب سے پہلا ردعمل تھے۔ وہ بچوں کو لیے روتی گھر سے نکلی۔

حاجی صاحب چپ چاپ مسجد کو چلے اور گوہر ادریس ایک شامی بے گھر بچے سا ہو گیا۔ شکوہ کناں...... اذیت میں مبتلا...... چوٹیں سہلاتا...... انتقام کے لیے بلبلاتا۔

☆☆☆

تیسرا دن تھا گھر میں سرد سی جنگ چل رہی تھی۔ خاموش اور تنگ۔

اتوار کا دن تھا اور گوہر رفیعہ کے سر پر کھڑا جاہل انداز میں چلا رہا تھا۔ "یہ کرو...... وہ کرو......" حاجی صاحب کو جانے کیسا رنج ہوا کہ آج وہ گوہر ادریس کو دھرتی پر لانے کے لیے جت گئے۔

"او گوہر! ادھر آ ذرا۔" لاؤنج کے صوفے پر جم کے بیٹھتے ہوئے بولے۔

"آج کر لو میرے سامنے تقریریں...... ساری آج ہی کر دے پتر۔" پچکار کے دھاڑے۔

"یہ جو روز روز تماشیاں کرتا ہے ناں، آج کل کھل کے کھیل۔ کیا چاہتے ہو سرکار؟ عاشی بے وقوف، شیراز عیش پرست۔ فضا پھوہڑ، فضول خرچ اور میں بڈھا کمزور بے دام کا غلام۔ رفیعہ کام چور، سامعہ ناقص العقل۔ راجا صاحب پھاپھا کٹنی۔ ایاز صاحب بے ایمان۔ ربیعہ عقل کی اندھی، اس کی ماں فیشن کی ماری۔ رفیق بٹ ناکارہ۔ سارے کے سارے نقص زدہ۔ نامکمل...... تم کیا ہو......؟ ہو کیا تم؟"

گوہر دنگ رہ گیا۔

"آج بھی میری ماہانہ آمدن تم سے زیادہ ہے۔ آج بھی میرے سر پر بال تم سے زیادہ ہیں۔ آج بھی لوگ تمہیں پیٹھ پیچھے گالیاں اور میرے پیٹھ پیچھے دعائیں دیتے ہیں۔ خود سے تین نسل پرانے آدمی سے تمہارا مقابلہ نہیں تو اس نسل میں کون سا نمبر ہو گا تمہارا، کبھی سوچا؟ مجھے لگا تم میں احساس نہیں۔ چلو کوئی نہیں۔ تم میں رکھ رکھاؤ نہیں، شائستگی نہیں...... تم میں تو سیدھے سیدھے، خدا خوفی ہی نہیں گوہر ادریس! تم تو خود کو منواتے منواتے ابوجہل بن گئے...... خود پرستی میں مبتلا...... عیب جوئی میں مشغول، یا تو آج خود کو ابوجہل تسلیم کرو یا اسکی بے درد راست گوئی کی وجہ بتاؤ مجھے۔"

گوہر کی نظریں زمین میں پیوست ہو گئیں۔ وہ بے دم ہو رہا تھا آج کل، اب نادم بھی ہو گیا۔ سر اٹھ ہی نہ سکا۔ گرم سا سیال گالوں اور کانوں کی لوؤں میں گھومتا رہا۔

"ربیعہ کے لیے پریشان ہے سعید اور مجھ سے

pklibrary.com

Scanned with CamScanner

ایک بیٹی والے کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی۔ تمہیں اس جہلا جیسے روپے کو سدھارنے کے لیے کسی نبی پیغمبر کا انتظار ہے؟ یا ابھی بھی توبہ پر یقین باقی ہے؟ رشتہ تو اب ادھر ہی ہوگا جہاں میری 'دانا' بیٹی نے کہہ دیا ورنہ مجھے اپنی رائے پہ کوئی افسوس نہ ہوگا۔

"حاجی صاحب مسجد کو نکلے تو خود کو داد دیتے...... گوہر کو کوستے......

"وڈا شوخانہ ہو تو......"

☆☆☆

دل کو بددعا ہے کسی رقاصہ کی
گھنگرو ٹوٹ بھی جائیں، یہ رکتا نہیں

وہ کالج کے گیٹ سے بائیک نکال رہا تھا جب ہنگامہ دیکھا۔ لڑکے کو پیٹتا ہجوم اور بے تحاشا روتی لڑکی...... سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا اور اگلے دن......

اسٹاف روم میں عدالت لگی تھی۔ وہ کلاس لے کر لوٹا تو لڑکے کی ماں روتی، دہائی دے رہی تھی۔

"سر! میں کہاں جاؤں...... کس کو کہوں؟ باپ بھائی ہے نہیں اس کا۔ چچا تایا کہاں تک بھاگیں اس عاشق کے پیچھے۔ میں نے بہت سمجھایا ہے مگر بہرہ ہوا بیٹھا ہے۔"

اب لڑکی کا بھائی بولتا۔

"ہمیں کوئی شوق نہیں ہے بی بی اپنی لڑکی کا نام یوں اداروں میں لیتے پھریں۔ یہ تو راجا صاحب نے معاملہ حل کروانے کا کہا تو چلے آئے ہیں۔ اپنے بیٹے کو کھو یا تو ہماری لڑکی کی جان چھوڑ دے یا پھر تم اس پر بین کرنے کو تیار ہو جاؤ۔"

گوہر کو معاملہ سمجھ میں آ گیا کہ محبت کا سیاپا ہے۔ کرسی گھسیٹ کے آن بیٹھا۔ بغور لڑکے کو دیکھتا۔

"میں نہیں چھوڑوں گا۔" گوہر کے ہونٹ لڑکے کی ہمت پر گول ہوئے۔ معاملہ شدید تر ہوتا گیا۔ گوہر کی رگیں تن گئیں۔

"محبت نہیں ہوتی یہ۔" سائیکالوجی کا صہیب مجید بولا۔

"ہو ہی نہیں سکتی۔ محبت ہوتی تو تمہیں ڈر ہوتا، لڑکی کی بدنامی کا پاس ہوتا، اس کی عزت کا۔ اپنی ہوس، کم ظرفی اور فلمی جذباتیت کو محبت مت کہنا۔"

گوہر کو لگا ثوبیہ سعید نے آسمان اٹھا کے گوہر کے سر پر لاد دیا ہو۔ سارا اسٹاف روم صاف سلیٹ ہو گیا اور شہر کی سب سے بڑی سائنس اکیڈمی سامنے چھپ گئی۔ گیٹ سے بائیک نکالتا گوہر نظر آیا۔

اور وہیں کھڑی تھی مجبور سی ربیعہ...... گوہر ادریس کی گردن تن گئی۔ ابرو بھی گردن کے پیروکار ہوئے۔

دل کو بددعا ہے کسی عزت مآب کی
کہ یہ ذلت کے زیر پانیوں میں ڈبکیاں لیتا ہے، رکتا پھر بھی نہیں

"مجھے مت چھوڑو۔" جنت کی نعمتوں کی قسم ربیعہ سعید کی گڑگڑاہٹ گوہر ادریس کے پیروں میں جھجکی پڑ رہی تھی۔

آتے جاتے لڑکے بغور دیکھتے، بجھتے، رشک، حسد، حیرت کرتے، گرلز کیمپس کی خوب صورت ترین ٹاپر لڑکی...... بوائز کیمپس کا گالیاں بکتا، کف اڑاتا گوہر ادریس......

"کہنا بے معنی ہے مگر تم جانتے ہو میں مر جاؤں گی۔ میں مر جاؤں گی۔ میرا دل پھٹ جائے گا گوہر...... مجھے مت چھوڑو۔"

یوں روئی کہ جیسے اپنے مرنے پر رویا جائے۔ بائیک اسٹارٹ کرتے گوہر کو روتی۔

"میں تھپڑ ماردوں گا ہاتھ ہٹاؤ۔ تماشا لگا رکھا ہے۔ اپنی ماں کو دکھاتیں یہ رونا تو شاید وہ اتنی سفاک نہ ہوتی۔ اب کوئی گنجائش نہیں۔" ربیعہ کی سمجھ میں نہ آتا سفاک کون ہے۔

"میں ہاتھ جوڑ رہی ہوں ناں۔ میں تمہاری ہر بات مانوں گی۔ کبھی تنگ نہیں کروں گی۔" سترہ سالہ بچی......

"بیٹھو بائیک پر...... بشارت کے ہوٹل چلو میرے ساتھ۔" اس نے شرط رکھی تھی۔ بدنام زمانہ ہوٹل...... ربیعہ کا رونا شدید ہوتا اور گوہر مزید کٹھور۔

"ایسے مت کرو۔" لڑکے آنکھیں پھاڑے اس لڑکے کا نصیب دیکھتے تھے۔

www.pklibrary.com
Scanned with CamScanner

"تم دونوں ذرا میرے ساتھ آؤ۔" انگریزی کے استاد حامد خان جما کے بولے اور وہ دونوں نبی منزل پہ تھے۔

"یہ زہر آلود ہے لڑکی۔ چھوڑ دو اسے۔" واشگاف لفظوں میں ربیعہ سے کہا تھا انہوں نے۔

"محبت نہیں ہے یہ، ہو ہی نہیں سکتی ورنہ اتنی دیر لڑکوں سے بھری سڑک پہ کھڑا تم سے تماشا نہ کروا رہا ہوتا۔ یہ تمہیں کھوکھلا کر دے گا۔ شاید تم مجھے سمجھ نہ سکو کہ عمر ہی ایسی ہے مگر بچے تم خود سے پوچھو گی تو جواب واضح ہی ملے گا۔ پوچھو خود سے کہ کیا واقعی یہ تم سے محبت کرتا ہے۔ تمہیں بھی محبت محسوس ہوئی اس کی؟ ایسے نفسیاتی مریضوں کو خود معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کسی کو کس حد تک زک پہنچا رہے ہیں۔ یہ تمہاری بھوک ختم کر دے گا (ربیعہ تم نے تین دن سے صرف ایک سیب کھایا ہے بیٹا؟) تمہاری نیند برباد کر دے گا۔ (مر نہیں جاؤ گی اگر دو منٹ نہ سو سکیں تو)

تمہارا کیریئر تمہارا مستقبل، تمہاری عزت، تمہارا کردار...... سب سیاہ کر دے گا اس محبت نامی دھوکے میں جتلا رکھ کر۔ میں نے کہا ناں Toxic (زہر آلود) ہے یہ۔ اس عمر میں بروقت ایسی شخصیت اسے پہچاننا مشکل ہوتی ہے اور اگر آپ کو محبت ہو اس سے پھر تو ناممکن...... چھوڑ دو ایسے کہ زندگی اتنی بھی ارزاں نہیں کہ صرف ایک بے یقین جذبے کے پیچھے بہا دیں۔"

ربیعہ کے آنسو ساکت ہوئے اور گوہر کا فشار خون گولی کی رفتار سا ہوا۔

ربیعہ نے رونا چھوڑ دیا شاید، پھر میڈیکل کا خواب پورا نہ ہونے پر وہ آخری بار بولی تھی گوہر کے مقابل۔

"کیا کہہ رہا تھا صہیب مجید، ہوس، کم ظرفی، جذباتیت۔" گوہر فالج زدہ سا گنگ بیٹھا رہا۔

"تم نے کہا، وہ ہوس زدہ ہے۔" گوہر ادریس کو اس لفظ سے خوف آتا تھا۔ صہیب ہنسا۔

"ارے...... یونہی غیرت دلانے کو چوٹ کی تھی بچے پر، کام کر گئی۔ بات منوانے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے۔" گوہر ڈھے گیا۔

بے یقینی سی بے یقینی......

ثوبیہ سعید چاہے بال جس رنگ کے بھی رنگواتی تھی مگر ربیعہ کے لیے وہ "کیئر" ماں ہی تھی۔ فیشن زدہ تھی مگر بے ضمیر، بدکردار ماں تو نہ تھی۔ عام سا داؤ کھیلا اس نے۔ چوٹ کی اور گوہر نے کھل کے اپنا آپ دکھا دیا۔ اگر اس دن ربیعہ بائیک پر بیٹھ جاتی گوہر کا دل بیٹھ گیا۔

ہوس زدہ بہر حال نہ تھا وہ مگر تا کسک ضرور تھا۔

ایک ماں نے نہ صرف لڑکے کے زہر کا توڑ کر دیا بلکہ اتنے سالوں سے وہ پرکھتی گئی گوہر کو...... مکمل بنائی گئی اسے...... کامیاب، شریف، با کردار......

کالونی پہ اندھیرا کیے سنبل کے درختوں نے بے دم ہوئے گوہر کو دیکھتے ہی سر یہو اڑ دیے وہ لیپ ٹاپ بیگ بمشکل اٹھائے گھسیٹتا جاتا خود کو، خود کو مکمل سمجھنے اور در حقیقت "مکمل" ہونے میں جانے کتنے نوری سالوں کا فاصلہ ہے۔ جانے کتنے سوراخ ہوتے ہیں ہماری شخصیت میں...... بھرتے ہی نہیں۔

لیمپ پوسٹ جل اٹھے تھے اور اندھیرا کفن اوڑھے کونوں میں لاوارث پڑا تھا۔ سرما کا غرور تھا کہ ٹوٹتا ہی نہ تھا۔ سعید انکل کے گھر کے سامنے مہنگی گاڑی کھڑی تھی۔ وہ گزرنے لگا تو......

"گوہر ادریس...... حیران کن بات!" سعد ثقلین کی چہکار پہ گوہر حیران ہوتا اس سے بغل گیر ہوا۔

"تم لوگ ابھی تک ادھر ہی ہو؟" حسب عادت شروع ہوا۔

"تم؟" اس سے زیادہ گوہر سے بولا ہی نہ گیا۔

"یار...... امی لڑکیاں دیکھتے تھک گئی تھیں میں نے کہا اب میں دکھاتا ہوں آپ کو لڑکی...... جو بھی ہو بس معاملہ فائنل ہونا چاہیے اب۔ اس سے پہلے کہ تم کہہ دو۔ یہ میری دلہن ہے۔" آج اتنا زود رنج نہ ہوتا تو سعد ثقلین کی نکسیر تو پھوڑ ہی دیتا یا پھر اس کے سلیقے سے ملنے جمے بالوں میں انگلیاں پھنساتا اور......

"اچھا پھر ملتے ہیں کہیں...... تمہارا نمبر تو ہوگا ناں ربیعہ کے پاس۔ اسی بہانے ربیعہ سے بات چیت کا آغاز ہو جائے۔" سرگوشی میں بولا اور گوہر نے

pklibrary.com
Scanned with CamScanner

اس کی پشت پر کھڑی ثوبیہ سعید کو جیسے پہلی بار دیکھا۔

جدید لباس، میک اپ زدہ خوب صورت چہرہ اور...... سادہ مسکراہٹ۔

ثوبیہ نے کتنے ہی سالوں بعد اصلی گوہر کو دیکھا مگر...... بے بس، شکوہ بھری آنکھوں والا ناکام بچہ...... وہ بے آرامی سے بھر گئیں کہ گوہر کے سست، شکستہ قدم اپنے گھر کو اکھڑ رہے تھے اور ان کی ربیعہ...... اس کی کمر کا درد...... سانس کی تکلیف......

☆☆☆

دل کو بددعا ہے کسی بے گھر کی کہ یہ "پناہوں" کو واسطے دیتا ہے اور رکتا پھر بھی نہیں

وہ ابوجہل سا رحمت سے دور شخص گڑگڑاہٹوں کو خود میں اٹھتے پاتا۔ وہ مسجدوں، خانقاہوں کو لپکتا۔

"اللہ مجھے ربیعہ چاہیے، مجھے آپ کا دلاسا چاہیے۔ کیسے بھی کہ مجھے یہ کہہ دیں۔ گوہر ادریس! تم اتنے خوب ہو کہ ربیعہ سعید سے بہتر لڑکی کے لائق ہو۔"

وہ اللہ سے خود کے لیے "خوب" سننا چاہتا ہو جیسے۔

"مجھے ربیعہ نہیں چاہیے۔" وہ سوسائٹی پارک میں مفلس ہو جانے کے ڈر سے بھاگتا...... اتنا بھاگتا کہ رگیں ببول ہو جاتیں۔

"ربیعہ نہیں بس۔" ٹیوشنز چھوڑتا۔

"اور کوئی بھی......" جم کا انسٹرکٹر اس کی دیوانگی پر بوکھلاتا۔

"دو دن میں مرجاؤ گے اگر یونہی کرنچز (Crunches) کرتے رہے۔"

"اللہ مجھے وہ بیمار لڑکی...... نہیں ہرگز نہیں۔"

"بخار کیوں نہیں اتر رہا تمہارا۔" راجا صاحب گھبرا کے کلائی چھوڑتے۔

"ربیعہ کے علاوہ کوئی بھی ہو......" عاشی بس دیکھے جاتی کہ بھائی کو اتنا کہنے کی آخر ضرورت ہی کیوں ٹھہری۔

"گوہر! یہ مٹھائی سعید انکل کے گھر سے......"

اس کے تیزی سے غائب ہو جانے پر فضا بھابھی حق دق رہ جاتیں۔

رات نو بجے جم سے واپسی پر وہ اپنے لیے کھانا نکالتا۔

"بریانی بڑی اچھی بنائی ہے فضا بھابھی نے۔"

"ہیں یں یں......" حاجی صاحب مڑتے۔

"او نہیں نہیں کھچڑا! یہ تو سعید کے گھر سے آئی ہے منگنی کی ہے ناں بچی کی اس نے۔ وہ تیرے ہی جماعت کے شوخے سے لڑکے سے......"

وہ جھٹکے سے اٹھا یوں کہ گلاس لڑھکتا نیچے گرا اور کانچ نے ہر جانب شور سا مچا دیا۔

ہاں، حاجی صاحب نے خود دیکھا کہ وہ خوف زدہ ہوا تھا جیسے کوئی کالا عقرب نکلنے کے بعد ہوتا ہوگا۔

"کیا ہوا ہے گوہر؟" زندگی میں تیسری بار وہ گوہر کے لیے فکر مند ہوئے اور اس کھوتے، کھچڑ، ابوجہل کو لگا وہ یوں بلک بلک کے رو دے گا کہ حاجی صاحب پرانے نام بھول کے اسے "نامرد" ہی کہا کریں گے۔

"ابھی بھی بخار ہے کیا؟"

"ہاں ابھی بھی محبت ہے یا شاید ہوس...... یہ ختم نہیں ہوتی حاجی صاحب......! ربیعہ کہیں نہیں جاتی میرے اندر سے...... یہ رذیل دل نہیں رکتا۔"

وہ بڑبڑاتا اندر کو بڑھا۔ حاجی صاحب فون ملاتے عاشی کو بلانے لگے۔

"میرے کاکے کا بخار نہیں اتر رہا پتری۔"

☆☆☆

جب رات مزید گہری ہوئی تو دھند نے ہر شے کو عدم کرنا شروع کیا۔ مرکزی شاہراؤں سے ٹریفک کی ہلکی آوازیں کالونی میں گھومتیں، پندرہ منٹ بعد چکر لگا کے چوکیدار سیٹی بجاتا......

یخ بڑے گملوں سے ٹیک لگائے بیٹھا گوہر ادریس ربیعہ کی کھڑکی کو دیکھنا چاہتا مگر سفید جھاگ سی ہوا۔

ضروری نہیں تھا کہ ثوبیہ سعید، عین ان ہی دنوں بچی اور حق بجانب ثابت ہوتیں ضروری نہیں تھا کہ عین ان ہی دنوں اسے ربیعہ کو پالینے کا راستہ نظر آنے لگتا۔ ضروری نہیں تھا کہ سالوں بعد بھی گوہر ادریس اتنا ہی مستقل مزاج رہتا۔

pklibrary.com
www.pklibrary.com
Scanned with CamScanner

وہ بوتل سے پانی کا گھونٹ بھرتا۔ آنکھ جھپک کے درد کو پیچھے دھکیلتا۔ محبت کے معاملے میں اتنا غیرت مند، ہونا کس کام کا۔

"میں ربیعہ کو ختم کر دیتا اپنی ذات کے دبدبے سے...... اچھا ہی ہوا...... نہیں...... اچھا نہیں ہوا۔ میں سدھر سکتا تھا۔ اب ربیعہ نہیں مل سکتی۔" مکالمہ شروع ہوا۔ جب حاجی صاحب آ کے بیٹھے۔

"مان جاتے تو اچھا ہی تھا۔ سعید کی بیٹی جیسی پورے بی بلاک میں...... دیکھ گوہر اور تو کسی نے ماننا نہیں، جیسی خرانٹ تیری شکل اور عادتیں ہیں، وہ تو عادی تھی بے چاری، تیری نازیبا بکواس......"

"میں ٹاکسک ہوں حاجی صاحب، میری ذات اسے کوئی سکھ نہ دیتی۔"

"او چا غلا! بیوی پر کوئی زہر اثر نہیں کرتا۔ اگلی زہر کا نسوار بنا کے آپ کے نتھنوں میں ٹھونس دیتی ہے۔" حاجی صاحب جو آدھی بات سمجھے تھے اس کا صحیح جواب دے رہے تھے۔

"اب تو سورج کسی اور دیس جا نکلا ہے۔ روشنی کے تصور سے جی بہلانے کا فائدہ؟ منگنی نہ ہوتی تو......"

"لے...... وڈا! مرتا پریتم، او پتا ہے نہیں کہ منگنی کس کی ہوئی ہے۔ ایویں ورزشیں کر کر کے ڈولے (مسلز) بنا رہا ہے سلمان خان نہ ہو تو......" وہ کھلبلی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"حاجی صاحب! دل کو تو جانے کس کس کی بددعا ہے مگر آپ کو بھی کسی، چھچھورے اداکار کی بددعا ہے ایویں اتنے لمبے لمبے مکالمے بولنے لگتے ہیں۔ پتا بھی ہے نازیہ رزاق کو پسند نہیں لمبے مکالمے او بھائی کس کی منگنی......؟"

"او خچر! بڑبڑاتا ہی رہے گا کہ بتاؤں؟" حاجی صاحب کچکچائے۔

"ربیعہ سے چھوٹی سامعہ کی ہوئی ہے۔ سعد کی جونیئر تھی پی ایم سی (پنجاب میڈیکل کالج) میں بتایا نہیں اس سر سے درانی نے؟"

وہ سعد کے لتے لینے لگے۔ گوہر گھٹنوں کے بل ان کے سامنے بیٹھا۔

"حاجی صاحب......" "دنیا کی ہر زبان 'بے بس' کو مدد دینے میں ناکام ہی ہے۔ حاجی صاحب بولتے۔

"اگر تو مان جائے تو...... ربیعہ جیسی پورے......" وہ گوہر کی تلملاہٹ پر ہنستے۔ اللہ شریکوں جیسا باپ نہ دے کر کسی کو' وہ سوچتا۔

"عاشی آج ڈال آئی تھی رشتہ میرے اور فضا کے ساتھ۔ اب قمیص پہن لے کھوتیا۔ نمونیا ہو گیا تو ڈرپ لگوائے گا یا شادی کی دعوتیں کھائے گا۔"

گوہر کوئلے کی کان میں دبے ڈھانچے سا ساکت ہو گیا۔

دل کو بددعا ہے کسی تاریکی کی
کہ سارے سورج، دیے لٹ بھی جائیں، یہ رکتا نہیں

☆☆☆

"میرے پیدا کرنے والے تجھے اس بچی پر رحم نہ آیا۔ تیرے عدل نے کیسے گوارا کیا کہ کسی معصوم کو دنیا میں ہی جہنم کا مکین کر دیا۔ یہ بچی اب کیسے جیے گی۔"

کارڈ پر چھپے نام پر حسرت سے ہاتھ پھیرتے راجا صاحب کی دہائیاں سارا اسٹاف روم سنتا اور اس "حاضر جواب" کو دیکھتا۔

وہ چائے اٹھاتا، کرسی کی ٹیک سے پشت ٹکاتا۔

"راجا صاحب! آپ کی کوئی رشتہ دار بیوہ ہے کیا؟"

"نہیں۔"

"ہوں تو بتایئے گا مجھے حاجی صاحب کی زندگی بھی جہنم بنوانی ہے۔" ایسا قہقہہ پڑا کہ کئی ایک نے مڑ کے دیکھا۔ مطلب لڑکا لوٹ آیا تھا 'پردیس' سے۔

زیورات حاجی صاحب نے بنوائے۔

"بڑی کو ساڑھے سترہ چڑھایا تھا۔ تم نے پانچ تولہ بیچ کر گاڑی میں رقم ڈال لی تھی تو اب ساڑھے بارہ یہ رہے۔ اپنی طرف سے کچھ بنوانا ہے تو......"

"غضب خدا کا کون سا اس کو 'دیوی' کے سنگھاسن پر بیٹھ کے 'وچن' شاسن کروانے تھے۔" اندر کا کنجوس جیسے بیدار ہوا۔

"چھ سے بھی کام چل جاتا۔" حاجی صاحب کی

www.pklibrary.com
pklibrary.com
Scanned with CamScanner

تسبیح رکی۔

"چلو...... دس کر لیتے۔" حاجی صاحب نے کچھ ڈھونڈنا چاہا۔ وہ پھرتی سے کھڑا ہوا۔

"دیکھ لیں...... ساڑھے بارہ تولے چڑھا کے دیکھ لیں۔ وہیں فرش ہو جائے گی وزن سے وہ ٹی بی زدہ......" حاجی صاحب کو غش ہی آ گیا۔

☆☆☆

"یہ نائی نے تو عجیب بکری سا منہ بنا دیا ہے اس کا۔" حاجی صاحب کے شگوفے پر گوہر نے یہ پہلو پر پہلو بدلا۔

وہ اکھڑ گیا۔ دن کا آغاز ہی یوں ہوا۔

"تیگ لے لو مگر یہ سرمہ لگا کے مجھے شیروانی والا ڈاکو بنانے کی ضرورت نہیں۔" پہلا حکم۔

"اگر وہاں چھچھوری لڑکیوں نے ایک گلاس دودھ کے لیے اٹھکیلیاں کیں تو میں بیچ میں جھاڑ دوں گا۔" عاشی ان سنی کر گئی۔

"یوں کریں دوں کریں والے پوز نہیں بنوانے مجھ سے، آئی سمجھ۔" فوٹوگرافر کی شامت۔

"گوہر بھائی! ٹھیک سے کھانا کھایئے گا۔" فرہاد ذمہ دار شکل بناتا۔

"او یار! کھانے بھی تو دو، چھٹا لڑکا یہی مکالمہ بول رہا ہے۔"

حاجی صاحب بے طرح کھانسنے لگے، شیراز کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ فرہاد جانے کدھر کو نکلا۔ سارا دن وہ تنا رہا۔

"عاشی! بریانی پھر سنبھال لینا پہلے ابراہیم کو سلاؤ، یہیں لڑک رہا ہے صوفے پر۔" لاؤنج میں کمبل میں دھنسا وہ تان لگاتا۔

"ہیں...... تم ابھی تک یہیں بیٹھے ہو؟ یہ شیراز بھی ناں اپنے سونے کی پڑ گئی بس۔ اچھا اٹھو تم، ربیعہ پہلے ہی تھکی ہوئی ہوگی۔"

گوہر کو خوف آیا۔

"اللہ پوچھے حاجی صاحب کی جلد بازیوں کو......"

☆☆☆

"کیا کہا تھا تمہاری امی نے؟ کہ حور کے پہلو میں کیا ہوں میں......؟

"آج اسی لنگور کو بیٹی سونپ کے کالونی میں بریانی اور ٹرائفل بانٹ رہی ہیں واہ......"

آتے ہی سہارا طنز کا لیا تھا۔ جوتے، گھڑی اتارتے جانے کیوں وہ لحہ بہ لحہ غصے میں آ جاتا...... یہ جانتا تھا کہ گھونگھٹ میں گھبراہٹ کو دوڑ پڑی ہے۔

"بڑا خوش ہوں جی میں سارے جہاں سے بے عزت ہونے کے بعد دلہن گھر لانے میں، غریب، بدشکل، حاسد اور ہوس پرست۔" ربیعہ کے وجود میں کپکپی بھرنے لگی۔

"جانے وقت کو کیسی دشمنی رہی ہے مجھ سے، سائیکل پسند تھی۔ جب ملی تو موٹر سائیکل کو دل چاہتا تھا، بریانی کو دل کرے تو مسور کی کھچڑی ملتی ہے اور بریانی ملے تو بھوک نہیں ہوتی اس دن۔ مجھے تو تمہارے ملن کی دعائیں مانگے بھی دس سال ہو گئے تھے۔ اب کیا فائدہ...... کوئی مزا محسوس نہیں ہوتا کچھ مل جانے کا۔"

ربیعہ نے گھونگھٹ الٹ دیا کہ سانس اٹکنے لگا تھا۔ اکھڑتی سانسیں۔

"اب تمہاری امی کو لگا کہ یہی بے وقوف ہی تو ہے جو ان کی ناتواں بیمار بیٹی کو سر آنکھوں پر بٹھائے گا کہ کسی وقت کا عاشق ہے۔ مگر سن لو ربیعہ! میں انتہائی شقی القلب اور انتقام پرست انسان ہوں۔ نہ خود سکون سے رہوں گا نہ تمہیں رہنے دوں گا۔"

مسلسل ہلچل سے وہ پلٹا...... اتھما کا اٹیک......

ربیعہ زرد ہوئی ان ہیلر ڈھونڈنے میں مصروف۔

"کچھ نہیں ہوا ربیعہ! پرسکون رہو۔ صرف سوچ رہی ہو۔"

وہ اس کے یخ ہاتھ تھامنے لگا۔ ربیعہ نے ہاتھ جھٹکے۔ وہ بھاشن بھول گیا۔ انا بھول گیا۔ اذیت بھول گیا۔ ذلت بھی بھول گیا۔ وہ صرف ربیعہ کی تکلیف دیکھتا۔ اتنی مشکل سے سانس لیتی کہ گوہر کی رگیں چٹخنے لگیں۔ اس کے ہاتھ اور ہونٹ نیلے سے ہونے لگے۔

اب گوہر اور لیس پاگلوں کی طرح اس کے

pklibrary.com
Scanned with CamScanner

سامان سے ان ہیلر ڈھونڈ رہا تھا۔ ان ہیلر لینے کے بعد وہ بے دم سی ہوگئی۔ ان پانچ منٹوں میں ہی گوہر نے جان لیا کہ وہ کیسا شوہر بننے والا ہے۔

رات کے کتنے ہی پہر وہ بے ترتیب سانسوں سے سوتی رہی۔ آنکھ کھلی تو عادتاً اندھیرے میں گھورنے لگی۔

"کیا دیکھتے ہو؟" سرد رات میں آنچ سی گھلی۔

"لگا میری آنکھ جھپکی تو تمہیں سانس نہیں آئے گی۔"

ربیعہ نے کروٹ بدلی۔ اس کا ہاتھ اپنے گال تلے رکھا۔ کچھ دیر گزری۔

"میں نے خود کو بھی تمہیں بھولنے نہیں دیا گوہر! مگر امی سچ کہتی ہیں۔ بات عمر بھر کی ہو تو محبت کو پہلے نمبر کی ترجیح پر بھی مت رکھو۔ تمہیں ہوش نہیں تھی مگر...... وہ محبت بھی نہ تھی وقت نے دونوں کو پرکھا پھر فیصلہ کیا۔"

آج گوہر ادریس کی ماں کی دعا پوری ہوئی تھی۔ آج اس کا دل ٹھنڈا ہوا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سخت صدمہ ہوا ہے عاشی، یہ بہو بھی ہماری جیسی 'عوام' ہی نکلی، وہ تو اکڑا پھرتا ہے۔" حاجی صاحب کے قلق۔

"گوہر ویسے ہی وخت ڈالے رکھتا ہے اور بہو کے لرزے خاصے مایوس کن ہیں۔"

"مایوس نہ ہوں ابا...... ابھی وہ ہواؤں میں ہے کہ ربیعہ کو غصہ نہیں آیا۔ ایک بار وہ اکھڑی تو دیکھ لینا۔ مرنے کو ہو جائے گا۔" عاشی کو اطمینان تھا۔

"یہ گروسری لسٹ تم نے بنائی ہے؟" شادی کا دوسرا مہینہ تھا اور گوہر کی گروسری کی باری......

"حد ہے تمہاری...... بارہ ہزار کی گروسری کرتا تھا میں...... اس بار ساڑھے انیس ہزار کی ہوئی ہے۔ اور یہ تمہارے 'سرجری' کے سامان نے ہلاکت ڈال دی ہے بجٹ میں۔ کون سے سیارے سے منگواتے ہیں یہ شیمپو جو پینتیس سو کا آتا ہے۔ اور بیالیس سو کا تو یہ فیس سیرم ہی ہے۔ میرے خدا اتنی مہنگی چیزیں استعمال کرنے کی تک کیا بنتی ہے بھلا۔ تب ہی تمہاری امی میری غربت کو انکاری تھیں اور تم اتنی بیماری کے بعد بھی 'گلابی' ہی ہو۔"

ربیعہ کی آنکھوں میں پہلے شکوہ پھر آنسو...... پھر غصہ بھر گیا۔

"تمہیں الفاظ کا استعمال اب سیکھ ہی لینا چاہیے گوہر! ساڑھے سات ہزار مجھ سے لے لینا۔" وہ زور سے دروازہ بند کرتی کچن میں چلی گئی۔ حاجی صاحب کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔

کچھ ہی دیر میں وہ باہر آیا۔ لاؤنج میں بیٹھے حاجی صاحب نے لمبی سی انگڑائی لی، ٹانگیں پھیلائیں، ٹی وی کی آواز کم کی اور گنگنانے لگے۔

گوہر نظریں چراتا کچن میں چلا گیا۔

"دور رہو......" ربیعہ کی دھاڑ نے حاجی صاحب کو سرور دیا۔

"اچھا...... سوری کہہ تو رہا ہوں۔ اب کیا توے پر زبان چپکا دوں سزا کے طور پر۔" جھلائی...... بے بس آواز۔

"ہاں کہہ دے ربیعہ! تیرا احسان ہوگا۔" حاجی صاحب بڑبڑائے۔

ناکامی سمیٹے! چہرہ سرخ وسپاٹ لیے وہ ساتھ والے صوفے پر آن بیٹھا۔

"ہر لوہے کی کاٹ ہے۔ ہر آگ کو پانی...... اکھڑے بیٹوں کے لیے بہوویں بھی تو ہیں۔" سر دھنتے حاجی صاحب۔

"پھر نہیں مانی؟" جھک کے رازدار بنے پوچھتے۔ یوں ہنستے کہ گوہر کا خون چہرے پر چک پھیریاں کھانے لگتا۔

"کچھ دن ٹھہر جائیں آپ، راجا صاحب کی کوئی رشتہ دار بیوہ ہولے ذرا۔"

حاجی صاحب ہنسے اور وہ ایک بار پھر کچن کو چل دیا۔

دل کو بددعا ہے کسی اکھڑ محبوب کی
کہ اسے فاصلوں کو سینچنا ہے اور رکنا پھر بھی نہیں

pklibrary.com

Scanned with CamScanner